

شوکی براہ روز سیرخ



شوکی براہ روز سیرخ

حُسْنِ کامیڈیا

اشتیاق احمد

وہم، محتوا دا اور واقعیات فرضی ہیں



بُجھ سخن	بُکت پر بُلٹر	مشغولی
نام ناول	اصحیح کا بینار	
اشیاق احمد	ٹابن	
بڑا اول	بُکم آگت ۱۹۷۵	
بلیں	راہبہ شیرپی نظر ۱۹۷۰	
آہل	غمبودیہ چنبلی لاہور	
ستابت	سید نادیار، رائے گوڈ	
تیمت	پھے دے پھے	
تیمت سالون	۲۵۰	دے پھے

اشیاق بیل کیشیر، راجھوت مارکیٹ، اردو بیانار لاہور

حدیث شریف

حضرت ہبیر رض کہتے ہیں ، نبی کرم ﷺ نے فرمایا : اس مسلمان کو آگ ریسمی دوڑنے کی آگ ، نہ پھوئے گی ، جس نے مجرم کو دیکھا یا اس شخص کو دیکھا ہو جس نے مجرم کو دیکھا ہو —

(ترمذی)

یعنی ، صحابہ کرام اور صحابہ کرام کو دیکھنے والوں کو دوڑنے کی آگ نہیں پھوئے گی ۔



کارہا ہوئے اور مٹکا۔ بھروسہ رہا۔ آخر کار آپھے
بھی مکارے بیٹھ نہیں رہیں گے، یونہنکہ اس کے بین
کوئی پارہ نہ کار، بھی نہیں رہے گا۔ کامیاب مکارا ہے
زبردست کوئی بھی نہیں رہے گے۔ بیکھر کر آپھے کھڑ
کے انسان خپل چودھر پر سجائے پہنچتے ہیں۔ بلکہ مکارا ہے
بھی نہیں۔ ہم دلکش تو چھوپ پر چھوپ سجائے
پہنچتے ہیں۔ دراصل فضول چھوپ باستھی ہے۔

شمسی



السلام علیکم۔
الرینہ: کوئی کار آپھے احمد نہیں کھوئا کوئی
کے غیرم کو نہیں پہنچ سکیں گے تو یہ ایک
منقص کوئی فخر کھا سکتے ہو گئے، یونہنکہ جانا
ہوئے، آپھے بستھے ہی پڑھیں۔ اُنکے پڑھائیں کہ
لطف یتے ہیں، پیرے کا لطف کا سکھ باتے ہیں،
اور دو باتیں فضول چھوپ کے لیے نہیں۔ کام کو
اصھ کے لیے ہیں۔ بھی احمد کھو دیا ہے، جو نی
آپھے تادل کے شروع کریں گے۔ فرم کے بارے ہیں
غور کرنا شروع کر دیں گے، آپھے کایہ غور نہ ہو، لیو براحتا
کھو جائے گا، آپھے کا بیخ پھر بخت ہوتا جائے گا۔
سوال ہے کہ یہ تجربہ کیا رہا، آپھے کو پسے آیا
یا نہیں۔ آپھے کھو جو مالحق ہو گئے، یہ کھوئے

ایک منٹ جناب

”کیا آپ باکل اصلی شوگی برادر نہیں ہیں؟“

”چھ کیا مطلب؟“

”ہم یورت زدہ رہ گئے۔ ابھی پختہ لئے پسے بجہ ہم دفتر میں بیٹھنے لکھیاں مار رہے تھے تو ان صاحب نے انہوں آئے کی اجازت پا ہی تھی۔ لیے تھے کے بھرے بھرے جسم واسی ہے صاحب، ہمیں ایک معقول آدمی نظر آتے تھے۔ لیکن انہوں آگر بیٹھنے کے بعد ان کا بجھ سنتے ہی ہمیں سوسی ہوا، کیس ہم نے ان کے پارے میں غلط راتے تو قام نہیں کر لی۔“

”آپ کیا کہنا پا چلتے ہیں جناب؟“ میں نے مختہ بنایا۔

”مرف اور صرف یہ کہ کیا آپ ووگ باکل اصلی شوگی برادر نہیں ہیں۔“

”کیوں۔ کیا آپ کے خیال میں نقلی شوگی برادر بھی ہو سکتے ہیں؟“

میں دو گناہ متلف ہوتا ہے۔ اصلی میں مشترک چند روپے۔
تو جاپ۔ ان حالات میں کس طرح بھجو سکتا ہوں کہ آپ
اصلی شوکی برادر ہیں، آپ کو تو معلوم ہی ہو گا کہ ذمہ
کا جلا چھاپھر بھی پھونک پھونک کر پہنچتا ہے۔
چھاپھر کیا ہے ارشد بول آٹھا۔

بھی تم چھاپھر بھی نہیں سمجھتے۔ ربی کو بلو کہ جب اس
میں سے مکن نکال یا جاتا ہے تو پہنچ جانے والی پیز کو
چھاپھر لئتے ہیں، اسے دیباتیوں میں بہت شوق سے پیا جاتا
ہے: میں نے جھا کر کہا۔
ادبو۔ جی وہ۔ دراصل تم اسے پالا کی تھی کہتے ہیں؟ ارشد
سکلایا۔

کہتے ہو گئے، خاموش رہو، دیکھتے نہیں، اک قدر ضروری
بات پیش ہو رہی ہے۔ ان تو ہم کیا بات کرو ہے تھے:
آنکتاب نے بھروسی جلدی کی۔

جب آپ کو یہی یاد نہیں رہا کہ کیا بات کرو ہے تھے
تو یہ کس طرح کہ سمجھتے ہیں کہ کس قدر ضروری بات پیش ہو
رہی تھی؟ ارشد رہ نہ کے۔

لیکن آج تم میں بھاری روئیں تو نہیں بھس گئی۔ میربانی
فرما کر انھیں سمجھاؤ: اخلاق نے اسے کھو رہا۔

بالکل ہو سکتے ہیں، اس سیے کہ آج کے بعد میں ہر بھر
کی نقل سیدار کری جاتی ہے، بازار میں ملنے والی تمام خیر مغلی
و ہیزیں ہمارے لئے میں تیار ہوتی ہیں اور کافی آدمی ان
ہیزیزوں کو خریدتے وقت سوپنا بھی نہیں سکتا کہ وہ اپنے
لئے ہی بھی ہوئی خیر مغلی و ہیز خرید رہا ہے۔ ابھی کل کی
بات ہے، میں نے یہ نت کی ایک خیر مغلی شیشی خریدی، لگم
لایا تو گھر کے ایک فرد نے جو سے کہا۔ یہ تو نقل ہے۔ میں
نے جیران ہو کر اس سے پوچھا، نقل کیے۔ اس پر اس
نے کہا، اسے زمین پر دے ماریے، اگر یہ ثوث گھنی تو
نسل ہے، وہندہ اصلی۔ میں نے کہا، یہ کیا بات ہوئی، سمجھنے
کا، اصلی شیشی پلاٹ کی بھی ہوئی آ، ربی ہے، بہر
ہمارے لئے میں تیار ہونے والی شیشی کی ہے۔ یہ نت
ہی میں نے شیشی تینیں پر دے ماری۔ وہ ثوث گھنی۔ اسی
کے مگرے اٹھا کر دکاندار کے پاس گی اور اسے ساری
بات بتائی اور مطالیہ کیا کہ اس کی بدل اصلی شیشی دے۔
اس نے جھا کر کہا، پہنچے، سالم حالت میں واپس کریں۔
تبھی آپ کراصلی مل سکتے ہے، میں نے بل کر کہا۔ پہنچے
ہی اصلی رکھوں، دی۔ دھنالی سے کھنے کا، اگر پہنچے ہی
اصلی دے دیں تو نقل کی طرح فرہخت ہوں گی، نقل میں

مک بہت پچھ کر پچھے ہیں اور کھنے کا یہ سند ابھی دم توڑتے
نظر نہیں آتا۔ بلکہ شیطان کی آنت کی طرح ہے ہوتا جا رہا ہے؛
آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

• لا حول ولا قوۃ۔ میں نے پھر من بنایا۔
• اپنے آپ نے کیوں کہا؟ دو پوچھا۔

• بہت تباہ کر کر ہے۔ اس کا دو کریں تو بہت ثواب ملتا
ہے، لیکن ہم نے اس کا استھان بے ہاں کا شروع کر کر کا بتے
و داصل شیطان کی آنت کا نام کیا تھا نا۔ میں نے سوچا۔ جب
شیطان سے پچھنے کے لیے لا حول ولا قوۃ پڑھا جاتا ہے تو شیطان
کی آنت کے لیے بھی۔ میں مت کرتا رک گی۔

• شاید ہم دو دھمل گئے؟
• بھی نہیں۔ ابھی اتنا دو دھمل نہیں بھکھ کر داپس نہ آسکیں۔ آفتاب
نے فرمایا۔

• خیر۔ اس ٹنگل کے بعد میں یہ بات تسلیم کر لیتا ہوں
کہ آپ ووگ اصلی شوکی برادرز ہیں۔ اب میں اپنے اہل مقصد
کی طرف کاتا ہوں۔ اس نے پُرہنخون آواز میں کہا۔

• ایک منٹ جناب! اپنے اہل مقصد کی طرف آنے سے
پہلے آپ میرے ایک سوال کا جواب دیں۔ آفتاب بدل آئتا۔
• بھی فرمائیے۔

• جی کی کو ڈی ارشد مگرای۔

• چاری روڑوں کو؟

• شاید ہیں کسی غلط بگر گیں؛ ابھی بڑبڑا ہے۔

• اگر آپ کو نقشی شوکی برادرز کی صورت ہے تو واقعی آپ
غلط بگر پر آگئے ہیں۔ اشراق بھٹا آئتا۔

• اسی۔ اس کا مطلب ہے، آپ ووگ باکل امل ہیں۔
وہ چران رہ گی۔

• لیکن جناب! اس میں حرمت کی کیا بات ہے؟
• حرمت کی بھی ایک ہی کمی۔ بھئی حرمت کی بات تو بات
بے بات بھی ہو سکتی ہے۔ وہ بولا۔

• اسے اسے۔ آپ تو شاید ہم سے بھی دو دھمل آگئے
ہیں۔

• دو دھمل آگے۔ میں تو۔ ہم تو اس وقت ایک دھمسر
کے سامنے بیٹھے ہیں۔ د آگے دیجیے۔ اس نے چاروں طرف
دیکھ کر کہا۔

• آپ غلط بھے۔ میرا اشارہ محاوروں کی طرف تھا۔ معاشر
کے استھان میں آپ ضرور ہم سے دو دھمل آگے ہیں۔

• پچھ کر نہیں سکتا۔ اس نے کہے اچکائے۔

• جی کی مطلب۔ پچھ کیوں نہیں کہہ سکتے۔ آپ تو اب

”خیر خبر۔ اب اگر اجازت ہو تو میں اصل مقصد کی طرف آدم۔“

”خودو۔ وہ تو آنا ہی ہو گا۔“
”شکر یہ! بات یہ ہے کہ آپ لوگوں کو میرے ساتھ چلن ہو گا۔“ کارمیں۔“
”چلن ہو گا، یہ کہاں کے لیے؟“

”بس۔ ایک بجھ بنا پہے۔ اتنے سے کام کے میں آپ کو پانچ ہزار روپے دوں گا۔“ اس نے کہا۔

”یکی اتنا سا کام تو کوئی دوسروپے میں آپ کا ک دے گا۔ آپ پانچ ہزار یکوں فائع کرتے دین گے میں نے یہ ران ہو کر پوچھا۔“

”نیں۔ میں صرف اور صرف آپ کو کے جانا پاہتا ہوں، اگر آپ کو یہ سو دا مندو نہیں تو پھر نہ دا حافظ۔“ یہ کہ کر وہ آٹھنے کا۔

”ایک منٹ بجا ب۔ ہم نے ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا، کیا آپ بھے اجازت دیں گے۔“ میں ایک منٹ کے لیے گھر کے اندر ہو آؤں۔“

”خود بجل بھے کیا اعزازی ہو سکتا ہے۔“ اس نے کہ کے اچھا کئے۔

”آپ کا ہم کیا ہے؟“
”میں حاجی سہاب ہوں۔“
”اوہ۔ آپ تو ما شاء اللہ حاجی نیں۔“ اشناق خوشی ہو گی۔
”آپ غلط کچے۔“ اس نے بدھی سے کہا۔
”کیا مطلب۔“ میں غلط کس طرح سمجھ گی۔ اس میں غلط کچے والی کیا بات ہے؟“

”م۔ میں۔ حاجی نہیں ہوں۔“ یہ میرا نام ہے۔ میری ماں کا دکھا ہوا نام۔“

”آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ آپ باکل اصلی حاجی سہاب ہیں، کیونکہ بقول آپ کے آج کے دو میں ہر چیز نتی میں باتی ہے۔“ آفتاب نے پر نور لجھے میں کہا اور ہم سکرانے لگے۔

”میرے پاس شناختی کا رذہ ہے میرا۔“ اس نے برا مان کر کہا۔

”وہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ جمل بھی ہو سکتا ہے۔“ آفتاب بولا۔

”اوہ۔ آپ تو میرے بھی کافی سامنے لگے۔“
”نہ نہیں تو۔“ چاروں ایسی مجال کہاں کہ آپ کے کافی کافی نہیں۔ اخلاق بولا۔

"تب پھر۔ ہم کس لے رہے ہیں۔ اللہ مالک ہے۔ دیکھ
نہ جانے کیا بات ہے۔ مجھے خونِ محوس ہو، نہ اپنے
تو یہ ہوا۔ نئی بات تو نہیں۔"
"بھی اہل! یہ بھی نیک ہے۔ اچھا خیر۔"
"کہ کریں داپسِ مرزا اور اپنی کرسی پر بیٹھو گی؛
یہ کی آپ تو اندر گئے ہی نہیں۔"
اس کے بغیر ہی کام ہو گیا۔ ہم آپ کے ساتھ پہنچنے
کے لیے تیار ہیں، لیکن یہک شرط پر۔
"شرط۔ شرط بیان کریں۔"
آپ کو بصفتِ معاوضہ پہنچنے ادا کرنا ہو گا۔
"یہ بہت معمولی شرعاً ہے۔ میں پورا معاوضہ اسی وقت
ادا کیے دیتا ہوں۔"
اور آپ نہیں یہ نہیں بتائیں گے کہ جانا کہاں ہے۔
"نہیں۔ یہ بات تو آپ کو وہاں پہنچ کر ہی معلوم ہو گی۔"
اس کا مطلب ہے۔ آپ نہیں کسی خلرے میں ڈال
رہے ہیں۔"
"میں آپ دگون کے ساتھ ہوں گا۔"
"خیر۔ ہم تیار ہیں۔"
"تو پھر یہ لیجئے۔ اس نے کہا اور جب سے سورہ پرے

میں آٹھو کر اندروںی دروازے کی طرف بڑھا اور دروازے پر دباؤ ڈالا ہی تاکہ آتی جان کی مسکراتی صفت نظر آئی۔
"شش شوک۔ تم کسی۔ گز نہیں۔ ہیں میں۔ کتنا چاہتی ہوں۔
نہ جانے آج میری پائیں آنکھ کو کیا ہو گی ہے۔ انہوں نے
دہلی کوادر میں کہا۔
"میں کیا مطلب ہے؟ میں چونکا۔"
"پھر وک ہی نہیں رہی۔ حالانکہ میں پوری گاشش کر پہنچ
ہوں۔"
"یہ آپ کی کہ دہی ہیں؟ میں جیران رو گی۔"
"کہیں۔ میں نے کوئی غلط بات نہ دی۔"
"یہ آپ اسے پھر کئے پر بھر کر قی ہیں؟"
"نہیں، لیکن میں خلرے کا احساس کرنے کے لیے اس کی
طرف متوجہ ضرور ہو جاتی ہوں۔ بہر ماں آج یہ نہیں پھر وک
رہی۔ اس دایین آنکھ ضرور حرکت کر رہی ہے۔
"اس کا مطلب ہے۔ آپ کی طرف سے کیس نے یعنی
کی اجازت ہے؟"
"ہیں بالکل۔"
"ابا جان اندر ہیں؟ میں نے بدھا۔"
"نہیں۔ وہ کمیں گئے ہیں۔"

"پہلی - خدا کا شکر ہے۔ آپ کو ایک بات کا بیٹن تو آیا۔
لہن تو ہماری شرط منفرد ہے:

"دل سے تو منظور نہیں، مجرماً منفرد کیے یہتا ہوں:
بھیں اس سے خوب نہیں کہ آپ کس علاج منظور کرتے ہیں،
آپ کا لپنا ملے ہے؟"

"تھوں! تو پھر تیئھے:

"جی کیا مطلب - کیا اسی وقت چلا ہے:

"اں بالکل - ابھی اور اسی وقت:

"بہت بہتر۔ کم از کم نہیں بابس تبدیل کرنے کی صفت
آدی:

"ضرور - کیوں نہیں؟

باس تبدیل کرنے کے لیے ہم انه آگئے:

"کیوں جتنی - کیا خیال ہے؟

"پُر اصرار معاملہ ہے۔ نہ یادنے یہ شخص نہیں کہاں لے جانا
چاہتا ہے۔ اخلاق بڑھایا۔

"اور یہ بتانے کے لیے بھی تیار نہیں کہ معاملہ کی ہے۔

غیر میں ڈاری میں اس کا ہم اور خیر و طرفہ لکھ دیتا ہوں،
تاکہ اگر ہماری واپسی میں دیر پہنچائے تو ابا جان کوئی تو
قدم آٹھا سکیں۔ میں نے کہا۔

ولے تو فیں کا ایک پورا بیکٹ مکال کو ساختے رکھ دیا۔
یہ - یہ کیا، یہ تو دس ہزار ہیں؟"

"ہاں! پانچ ہزار آپ کا انعام ہو گا، اگر ہم کا بیکٹ دوئے،
تو دس ہزار کے دس ہزار آپ کے، وہ میں انعام والے پانچ ہزار
والپس لے دوں گا اور پانچ ہزار آپ کے رہی گے:

"انھوں نے میں نے سرد آہ ہری۔
انھوں کس بات پر؟ اس نے آنکھیں لکھا ہیں۔

"میں یہ شرط منظور نہیں۔ ہم اپنی شرالٹ پر محادلے کی
کرتے ہیں:

"خیر۔ آپ اپنی شرالٹ پہنائیں۔

"اں میں سے پانچ ہزار مکال کر جیب میں رکھ لیں، ہم صرف
اپنی محنت کی کافی وصول کرنا پسند کرتے ہیں، انعام نہیں یعنی
اور دوسرا یہ کرنا کامی کی صورت ہے۔ پانچ ہزار بھی آپ کو
والپس لین ہوں گے:

"اوہ! اس کے من سے نکلا، پھر اس نے پر بھش آواز میں
کہا:

"آپ - آپ مجھے ہاٹکل بیٹن آگئے؟"

"کس بات پر؟ اشتاق جلدی سے بولا۔

"اس بات پر کہ آپ دوگ واقعی اصلی شوکی برادر نہیں؟"

۔ یہ مناسب رہے گا۔

۔

۔ زردار شد بکر بکل لادو۔

۔ جی بستر۔

۔ آفتاب ٹھیا اور ارشد کر بکل لایا۔

۔ سُنلو بھئی۔ تم ہمارا تعاون کر دے گے۔ جس بگد یہ ہمیں
لے چاکے، وہ بگد دیکھ کر بوٹ آؤ گے اور آبا جان کو بتا
و گے۔

۔ اپھی بات ہے؟ اس نے پڑھوں انداز ہیں کہا۔ ایسے
کاموں میں وہ بہت خوش ہوتا تھا۔
۔ میں نے جلدی جلدی ڈاڑھی میں تنقیل لکھی۔ ابی جان
کے حوالے کی اور دفتر میں آئے۔

۔ پہنچے بخاب اور ہم تیار ہیں۔

۔ بہت بہت ٹھکری۔ یہ کہ کرو وہ آٹھ کھوا ہوا۔

۔ ہم اس کے ساتھ باہر نکلے۔ چند قدم کے فاصلے پر ایک
سرخ بگد کی باکل نئی گھاڑی لکھڑی تھی۔ وہ اس کے پاس
باکر رک گی اور ہمارے لیے پچھلے دروازہ کھولتے ہوئے بولا:
۔ تشریف رکیے؟

۔ آپ کی اپنی گھاڑی سے؟

۔ ان۔ شاید آپ نے میرے نام کی طرف دعیان نہیں دیا۔
وہ مگرایا۔

۔ جی۔ کیا مطلب۔ نام کی طرف دعیان نہیں دیا۔ آپ نے
اپنا نام عاجی سراب بتایا تھا تما۔

۔ ہاں! اور اس شریں عاجی سراب نام کا بس ایک میں
ہی آدمی ہوں؟

۔ اوه۔ تھ۔ تو۔ تو آپہ وہ عاجی سراب ہیں۔ میں کا نپ
آٹھ۔

۔ ان میں باکل وہی ہوں۔ لیکن اگر تم پسند کرو تو اس
کام سے اب بھی انکار کر سکتے ہو۔ یا معاونتے میں اضافے
کا مطلب کر سکتے ہو، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

۔ ہم جب کسی کام کا ارادہ کریتے ہیں تو پھر اسے کر کے
ہی چھوڑتے ہیں۔ اور جب کوئی بات ملے کریتے ہیں تو پھر
کوئی اور مطلب نہیں دانختے۔ یہ ہمارے اصول ہیں۔ میں نے
ہر سکون آزاد ہیں کہا۔

۔ تاہم تمہیں یہ جان کر حیرت ضرور ہوتی ہے کہ میں وہ عاجی
سраб ہوں۔ جس کی شہرت اس بدرے شریں ہے۔

۔ جی ہاں! قدرتی بات ہے۔ حیرت ہوئی جی پا ہے تھی۔

اس شر کی پویں تو آپ کے اشاروں پر ناچھتی ہے، پھر بدھم جیسے نکتے دگوں کی آپ کو کیا ضرورت پڑا تھا؟ پویں نے بول کھلا کیا۔

”پویں کی مدد کیل کو غراب بھی کر سکتی ہے۔“ یہ بہت دوست کی زندگی کا سوال ہے:

”بھی کیا مطلب؟ ہم دھک سے رہ گئے۔“

پھلا وھڑ

”وقت سے پہلے ہی یہ بات میرے من سے بھل گئی۔ اب یہ تانے کے وقت نہیں آیا تھا۔ خیر۔ اب گھر پہنچنے تک کوئی سوال دکریں۔“

”بھی بہرہ۔ نہیں کریں گے۔ اگر آپ فرمائیں تو گھر پہنچ کر بھی نہیں کریں گے۔“

”مشکری۔ باتِ دراصل یہ ہے کہ میں بہت پریشان ہوں؛ اگر معاملہ آپ کے دوست کی زندگی کا ہے تو ظاہر ہے، آپ پریشان ہی ہوں گے۔“

”پہنچ تو یہ ہے کہ آپ دگوں کے پاس بھے بیجا بھی میرے دوست نے ہی ہے۔“

”ہون! تو آپ اپنی مرضی سے نہیں آئے تھے۔“
”نہیں۔ میں تو پویں کی مدد دینا پاہتا تھا، میکن اس نے یہ بات مناسب نہیں سمجھی۔“

وہ کوئی بھرے دوست کا کیا مال ہے:
یہ کہہ کر وہ اس کرے میں نظر آنے والا دوسرا دروازہ کھول کر
بخاری نظروں سے اوچل ہو گیا۔

”اہ، بھی۔ اپ کی خیال ہے بے میں نے مُکار کو پوچھا۔
”اب معاملہ اور بھی پتہ اسرار ہو گیا ہے۔“

”یکش شاید خلزناک بھی“ میں نے نکر منداز لمحے میں کہا۔
”انتہ بڑے آدمی نے، میں صرف پانچ ہزار روپے کی ہٹکن
کی۔ جیرت ہے۔ اسے تو چاہیے تھا، پانچ لاکھ کی کرتا۔ آنکہ
نے بھرا سامنہ بنایا۔“

”شاید اس لیے کہ ہم گھرنا چاہیں؟“ میں نے جواب میں کہا۔
اُسی وقت کرے کا اندر وہی دروازہ کھلا اور حاجی سراب
نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا:

”میں اپنے دوست بے آپ وگون کو ملا سکتا ہوں، یکش
اس سے پتے ایک بات اور۔“

”بھی۔ وہ بھی فرمائیے：“
”آپ میرے دوست کے سامنے پہنچ کر اسے ہر ممکن سُلی
دیں گے۔ اسی کے سامنے ماروس کئی بات کرنے کی اجازت نہیں۔“
”بہت بہتر۔ ہم کوئی ایسی بات نہیں کریں گے۔ اور کوئی
بات۔“ میں نے کہا۔

”خدا باتے کی معاملہ ہے تیر میں بڑھ رہا۔“

”تمگر زیادہ ذمہ نہیں ہے۔“ نکر دکریں ”وہ بولا۔ اب اس
کے چہرے کی مسکرا پت اور مشغفگی نہ جانے کہاں نا سب ہو گئی
تھی۔“

”اگر دوڑ ہوتا تو بھی ہمیں نکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔
آقاب نے مدد بھایا۔“

”یہیں منٹ بعد ایک بہت بڑی اور عظیم اشان کو شُنی میں
کار دا انل ہوئی۔ فوراً نکلاز مین کی ایک فوج کار کی طرف دوڑ
بڑی۔ ہمیں یوں لگا۔ بیسے ہم کسی شہزادے کے گھر میں داخل
ہو گئے ہوں۔ اور یہ کچھ غلط بھی نہیں تھا۔ حاجی سراب اس
شہر کا ایک لحاظ سے شہزادہ تھا۔ اس کے پاس یہ بہادر دوست
تھی۔ وہ اپنی دولت ڈالنے کے سلسلے میں بھی بہت مشہور تھا۔
بڑے بڑے پولیس اُفیروں سے اس کے تعلقات تھے۔“ اسی
کے گھر، جو شام آیا جایا کرتے تھے، یکش دہی حاجی سراب
اس وقت ہمارے دفتر آیا تھا اور کسی دوہرے سے ہم سے کام
لینے پر بھجوڑ ہو گیا تھا۔

”ہم نکلاز مین کے گھر سے میں اندر کی طرف بڑے اور پھر
خل نا کو شُنی میں پختے ایک کرے میں دا انل ہوئے۔“
”آپ کو کچھ دیر یہاں اختخار کرنا ہو گا۔ پختے میں یہ دیکھ

"اور بس۔ آئیں چلیں؟"

ہم اس کے چیخھے پلٹنے ہوئے دوسرے کمرے میں داخل ہوتے۔ کمرے کے میں درمیان میں ایک سہری بچھی تھی۔ اس کے چاروں طرف کرسیاں رکھی تھیں۔ ان کریں پر پکھ مرد اور عورتیں پریشان صورت میٹتے تھے۔ اور سب کی نظریں سہری پر یعنی نوجوان پر جھی تھیں۔ نوجوان کا جھرو بلڈی کی طرف نہ ہتا۔ آنکھیں پخت پر گڑی تھیں۔ یون گھنٹا بیسے اس کے بھم میں باندھ ہو، بیسے اس کا سالا خون پنکڑ دیا گیا ہو۔ اس کی گردن سک، سفید پادر تھی ہوتی تھی۔ جس نے اس کا باقی ماندہ جسم پچا رکھا تھا۔ بھادر سے انہے داخل ہوتے ہی سرکارے کے قریب سے پانچ مرد اٹھ کر ہیچے ہٹ گئے۔ حاجی سراب نے اسیں کریں پر یعنی کاشادہ کیا اور خود بھی ایک کری پر یعنی ہوئے بولا:

"حاتم بیگ۔ یہرے درست دیکھو۔ کون آئے ہیں۔ ذرا پچھا نہ تو ایسیں؟ اس نے یہ اخاطر بہت زمگرم آواز میں کہے۔

یعنی ہوئے نوجوان نے اپنا سر آہست آہست ان کی طرف گھمنا شروع کیا، ہمیں یون محبوں ہوا بیسے سر ان کی طرف گھنے کے لیے اسے اپنا پورا نور صرف کرتا پڑتا ہوا ہو۔ آخر من ان کے سامنے آگیا۔ چند سیکنڈ سک، وہ بھیں گھورتا رہا۔ آخر

اس کے ہوتے ہیں:

• مشش۔ مشش۔ شوکی۔ انداز میں سوال تھا۔

• ہاں حاتم بیگ یہرے درست۔ یہ لوگ آگئے ہیں۔ انھوں نے میری درخواست قبل کر لی ہے۔"

• مشش۔ مشش۔

• حاتم بیگ تم لوگوں کا شکر، ادا کر رہے ہیں: حاجی سراب نے دو کو بھری آواز میں کہا۔

• کوئی بات نہیں بجاپ۔ شکر یہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے پریشان ہو کر کہا۔

• آپ لوگ جوان بھی ہیں اور پریشان بھی، لیکن میں بہت بے پیش ہوں: حاجی سراب بولا۔

• رجع۔ حاجی!۔ حاتم بیگ نے پھر کچھ کہنا چاہا۔ حاجی سراب نے ترک کر اس کی طرف دیکھا، پھر بولا:

• نظر نہ کرو حاتم بیگ یہرے درست۔ میں ان لوگوں کو ساتھ لے کر ہی جاؤں گا۔ تم سے جو وحدہ کیا ہے، پورا کروں گا۔

پوریں کو ساتھ لے کر نہیں جاؤں گا۔"

• اب ہماری بے چینی عروج کو پسخ چکی ہے: آخاب بے رہا ہے۔

"ہاں! ملک ہے۔ یہ دیکھیں۔"

بعد بھی پنڈ سینکڑے مک خاموشی طاری رہی، آخر جاگی سراپ نے
کنا شروع کیا:

“حاتم بیگ کریر دیافت کا بہت شوق ہے، نئی نئی
بجھیں دیکھ اس کا روز کا کام ہے۔ یہ ایک مدت سے میرے
ساتھ ہی رہتے ہیں۔ مجھے اپنے دوست سے زیادہ کوئی عزیز
نہیں۔ جب اس کے والدین فوت ہونے تھے تو میں اسے اپنے
گھر لے آیا تھا۔ یہ بہت خوش مزانع اور بھی سمجھ نوجوان تھا۔
ایک ماہ پہلے یہ کے لیے نکلا اور پھر ایک ٹرک ڈرائیور اسے
ہسپتال پہنچا گی، ٹرک ڈرائیور کا بیان ہے کہ اس نے اسے
موڑ کھٹاں پر پڑا پایا تھا۔ اس کی ناگلیں کٹی ہوئی تھیں۔
یہکہ ان سے خون نہیں بکھل رہا تھا۔ ان پر ہٹیاں بندھی ہوئی تھیں
یہیں خبر تھی تو ہسپتال کی طرف دوڑتے۔ اور اس کی مالت
دیکھ کر دھک سے رہ گئے۔ ہوش میں آنے کے بعد اس نے بتایا
کہ اپنی کار پر یہ کرتا ڈور بکھل گیا تھا۔ اچانک ماسنے
سے ایک کار آئی اور اس نے اس کی کار کو سایہ ماری۔ کار
آٹ گئی۔ یہ بے ہوش ہو گی۔ اس کے بعد اسے کچھ معلوم
نہیں کہ اس کی ناگلیں کس طرح کٹیں۔ کم از کم اس حداثے
میں ناگلیں نئیں کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، صاف ظاہر
ہے۔ ناگلیں جان بوجھ کر کافی گلیں، کوئی ان پر ہٹیاں بھی

اتھا کہہ کر جاگی سراپ اٹھا اور سفید چادر حاتم بیگ کے جسم
پر سے آٹھ دی۔



ہمارے دل حرکت کرنا بخوبی گئے۔ جسم ساکت ہو گئے۔
ساتھ یہنے میں اٹھنے لگے، ہمیں یوں غموس ہوا یہی سے بخاری
دو میں ہمارے ہمتوں سے نکلتی چادری ہوئی ہوں۔ حاتم بیگ کا دلوں
سے پھلا دھڑ ناٹب تھا۔ رانوں پر چیتاں بندھی تھیں ان پہلوں
پر خون کی جملک نظر آ رہی تھی۔

“پنڈ دن پہلے یہ رے دوست کی دو نوں ناگلیں میں سلامت
تھیں، لیکن اب نہیں۔” جاگی سراپ نے روئے ہوئے کہا۔

“اٹ۔ لیکن۔ یہ ہوا کیسے ہے میں نے کاپنی آواز میں کہا۔
کسی کو نہیں معلوم۔ کو کیسے ہوا۔ خود حاتم بیگ یہ رے دوست
کو بھی نہیں معلوم۔”

“بھی۔ کی مطلب ہے، ہم چونک اٹھے۔
ہاں۔ جو کچھ معلوم ہے، میں بتاتے دیتا ہوں۔ آئیے دوست
کرے میں پڑیں۔”

اور، حتم دوسرے کرے میں اٹھے۔ کر سیوں پر بیٹھنے کے

تھی۔ گویا یہ کوئی کوٹ مار کا لیکس نہیں۔ صرف اور بہرہ انتقام کا لیکس ہے۔

اکی وقت قدموں کی آواز اُبھری۔ اور بیرونی دروازے کی طرف سے کوئی کرسے میں داخل ہوا، خوشبو کا ایک تیز جھونکا ہم سے ملھایا، پچھک کر سامنے دیکھا تو ایک نوجوان رُڑکی کھڑی، میں حرمت بھری انکوں سے دیکھ دی تھی، پھر سکھلا کر ہنس پڑی۔

آؤ شمی۔ یہکن تم ہنس کہوں رہی ہو۔ پھر ہے دو ماہ تم باہر رہیں اور واپس آتے ہی ہتنا شروع کر دیا۔ نیمیں کی معلم اس گھر پر کیا تیامت ٹوٹی ہے:

پس مطلب۔ یہ کوئی حداد ہو گیا ہے، پھر تم نے مجھے کیوں اطلاع نہیں دی؟

اطلاع کس طرت دیتا۔ تھادرا تو کوئی پتا ہی نہیں پہل رہا تھا۔ کہاں ہو، کہاں نہیں ہوئے۔

ہاں اذرا میں اس مرتبہ دُور بھل گئی تھی، تم تو جانتے ہی ہو، تھادر سے دوست حاتم بیگ کی طرف میں بھی بسر کی بست شو قین ہوں۔

ہاں جاننا ہوں، پھٹک تو یہ بتاؤ، پختے کی کیا بات تھی؟ میں ان بوگوں پر ہنس رہی تھی؟ اس نے ہماری طرف

بندہ ہی ہوئی تھیں۔ یہی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ٹھانجیں کامٹنے والوں کو پیلیاں باندھنے کی کیا ضرورت تھی۔ پولیس میں روپرٹ درج کر دی گئی تھی، یہکن پولیس اپ سک کوئی سراغ نہیں لکھا سکی۔ حاتم بیگ اسی روز سے یہ مدد کر رہا ہے کہ اس محاذے میں تم سے مدد لی جائے۔ پولیس سے قطعاً مدد نہیں لی جائے۔ میں یہ رہا ہوں، یہ ایسا کیوں چاہتا ہے۔ جب کہ میں اس پرور سے شہر کی پولیس کران بوگوں کی تلاش میں لگا سکتا ہوں، پخاونجہ اس کی خواہش سے بھروسہ ہو کر میں آپ بوگوں کے پاس گی۔

یہکن آپ نے تو گدا تھا کہ آپ بھی اپنے ساتھ ایک بگر لے جانا چاہتے ہیں:

ہاں! حاتم بیگ ہرڑ کھنڈاں پر پڑا تھا۔ ہم اس کے اس پاس کے علاقے کا جائزہ لیں گے۔ ہو سکتا ہے، ان بوگوں کی تلاش میں، میں دُور بھل کر جانا پڑے۔ اس محاذے کی سب سے یہ رہا کہ بات یہ ہے کہ مدد آوروں نے ایسا کیوں کیا۔ اپنیں حاتم بیگ سے کیا، شمشنی تھی، کیوں کہ ہمارے ہیں کی توں ایک شرک پر پالی گئی تھی۔ اس کی کسی پیڑ کو اتم نہیں کلایا گی تھا، یہاں سکھ کر حاتم بیگ کا پرس بھی گاڑی کے خانے میں تھا۔ اسے بھی نہیں پھیر دیا گی تھا۔ جب کہ اس میں اچھی خاصی نقدی موجود

بعد اس نے پھر شنی کو دیکھا، وہ ابھی تک بے ہوش تھی۔

"میں اس کی بے ہوشی کی تحریر کر گھر کے افراد کو پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ لطفاً میں ڈاکٹر کا انتظار کروں گا۔"

"یہ کون ہیں؟" میں نے چران ہو کر پوچھا۔

"میری خالہ زاد ہیں۔ عاتم بیگ سے اس کا رشتہ طے ہو چکا ہے۔ بہت بہت دو فون کی شادی ہونے والی تھی۔"
"اوہ!" ہمارے منزہ سے ایک ساتھ لکھا۔

میں اُسی وقت اندر ورنی دروازہ کھو اور ایک نلازم کی صورت نظر آئی۔

"بیگ صاحب ان سے کچھ کہنا چاہتے ہیں؟" اس نے یہ کہتے وقت ہماری طرف اشارہ کیا۔

"آؤ بھتی۔ میں تیس اس کے پاس سے چلوں۔"

"جی نہیں۔ انھوں نے اپنے کمرے سے سب لوگوں کو باہر نکال دیا ہے۔ ان سے بالکل مددگی میں وہ بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"تمدا مطلب ہے۔ میرے سامنے بھی نہیں۔"

"جی نہیں!"

"اوہ" ٹاہی سراب کے منزہ سے نکلا۔ میں یوں لگا، بیسے اسے یہ من کر بہت ذکر ہوا ہو۔

اشارة کیا اور پھر ہنس پڑی۔

"کیوں جی۔ کیا ہمارے سروں پر سینگ بکل آئے ہیں؟" کتاب نے برا مان کر کہا۔

"نہیں۔ یہ بات نہیں۔ سہراپ۔ میں تم سے یہ پوچھا چاہتی تھی کہ یہ تم کن لوگوں کو پکڑ لائے۔ اور ان سے کیا باتیں کر رہے ہو۔ میکن جادٹے کی تحریر سن کر تم نے تو میرے پاؤں تکے سے نہیں نکال دی۔ جلدی بتاؤ۔ کیا ہوا ہے؟"

"عاتم بیگ ایک حادثہ کا شکار ہو گیا ہے۔"

"کیا؟ وہ پکڑ آئی۔ چہرے کا رنگ الٹا نظر آیا۔"

"ہاں کسی عالم نے اس کی دو فون ڈائیگس کاٹ دی ہیں، وہ بھیٹ کے لیے اپنی چڑی ہو گیا ہے۔"

"نہیں!!" اس کے منزہ سے نکلا اور پھر وہ بے تباش انداز میں اندر کی طرف دوڑی، میکن پچانکہ اندر حادثہ دوڑی تھی۔ اس لیے میرے بڑی طرف دھکای۔ دھرمام سے گری اور بے ہوش ہو گئی۔

"اوہ ہو۔ یہ کیا ہوا؟" ٹاہی سراب گھرا گی۔ اس نے جلدی سے شنی کو اٹھایا اور صوفی پر ڈال دیا۔

"اب پہنچے ہے ڈاکٹر کو فون کرنا پڑے گا، پھر میں تم سے بات کروں گا۔" مکر کر وہ فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔ فون کے

۱۰ اگر آپ نے سراہ کو بتا دیا تو کیسی وہ ان لوگوں سے انتہام
یعنی نہ پہنچ جائے۔

۱۱ لیکن اس مسم پر تو وہ خود ہمارے ساتھ چاربھی ہیں ۔ میں
نے اعتراف کیا۔

۱۲ وہ نہیں جانسکے گا، میں اسے دوک دیں گا، اس سہم پر
صرف آپ لوگ چانیں گے ۔ موڑ کنڈاں سے اینی لکھن شروع
کریں گے اور جو بات بھی مسلم ہو، بھے آکر بتا دیں گے، بس
یہ یہی پاہتا ہوں ۔

۱۳ لیکن جناب! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

۱۴ کیسی کیسے ہو سکتا ہے؟ اس نے جران ہو کر پوچھا۔

۱۵ یہ کہ معادن تجسس ہم حاجی سراہ صاحب سے اور دیورٹ دیں
آپ کو۔ وہ نہیں پانچ ہزار دسے پکھے ہیں۔

۱۶ اسی لیے تو یہیں نے مددگی میں بات کی ہے، آپ حاجی سراہ
کا معادن داپس کر دیں، اسی کیس کا معادن میں آپ کو دوں
گا۔ اور یہ معادن کم نہیں ہو گا۔ فی الحال یہ رکھیں یہ کہ کو
اس نے ایک پیکٹ چاری طرف بڑھا دیا۔

۱۷ اسی میں کیا ہے؟

۱۸ نہیں ہزار دس پکھے۔

۱۹ اور! لیکن جناب ہم اتنا معادن لینے کے عادی نہیں ہیں ۔

۲۰ جاؤ بھی۔ صرف تم ہی جاؤ۔ یہ ذاکر ہے۔ حاتم بیگ ۷
خاں ملازم۔ میں نے اسے صرف اور صرف حاتم بیگ کی تدبیت
پر صد کو روکا ہے۔

۲۱ شکریہ؟ میں نے محیب سے لیجھے میں کہ اور ذاکر کے ماتحت
ہم ایک بار پھر اس کمرے میں داخل ہوئے، لیکن اب یہاں
حاتم بیگ کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ جونہی ہم انہیں داخل ہوئے
اس نے ذاکر کو بھی باہر چانے کا اشتادہ کر دیا۔ ہم نے دیکھا،
ذاکر کو بھی یہ بات بہت محسوس ہوتی تھاتا ہم اس نے کچھ نہ کہا
اور دوسرے دوہارے سے باہر نکل گیا۔

۲۲ حاتم بیگ نے میں ماتحت کے اشترے سے سڑا نے والی
کرسیوں پر بیٹھنے کے لیے کہا۔ د جانے کیوں۔ لیکن اسی پر
بہت ترس آنے لگا۔ دم گھنٹے محسوس ہوئے:

۲۳ ہم۔ میں تم سے۔ ایک عددہ یہاں پاہتا ہوں۔ اس نے
لیکھ کر کہا۔

۲۴ جی فرمائیے۔ میں نے فرمایا۔

۲۵ اگر آپ لوگ۔ کیس کی تہ بیک پہنچ جائیں۔ تو اس
راز کو کسی پر تھاں نہیں کریں گے۔ صرف اور صرف مجھے بتائیں
گے کہ میری مانگیں کس نے کافی تھیں۔

۲۶ آپ۔ آپ ایسا کیوں پاہتے ہیں؟ میں نے جران ہو کر کہا۔

”میں مطلب۔ واپس لے لوں۔ حاجی سہرا بخواہیں رہے گی۔
”اُن۔ واپس لے لو۔
”لیکن کیوں۔ یہ تو نیس تھاری خواہش پر لا لیا ہوں۔
”پاکل میک۔ یہی یہی پاپتا ہوں۔ یہ میری خواہش کے
مطابق کام کریں اور یہ اسی صورت میں ملکن ہے جب تھارے
یہ نہیں۔ میرے لیے کام کریں۔
”تو پھر۔ میک ہے۔ یہ اب تھارے ہے، ہی کام کریں گے۔
معاوضہ واپس پہنچ کی کیا ضرورت ہے؟
”ضرورت ہے۔ تم ان سے اپنے پانچ ہزار روپے میرے مانش
واپس لے لو۔ یہی نے اپنی پاس سے معاوضہ دے دیا
ہے۔
”اس۔ اس کی کیا ضرورت تھی؟
”ضرورت تھی سہرا۔ تم ان باتوں کو نہیں سمجھو گے۔ مہربانی
فرما کر دی کرو، جو میں کہ رہا ہوں۔
”ابھی بہت ہے۔ سہرا نے گرد ہتھیار ڈال دیے۔ لیکن
اس کے چھرے سے رنگ و غم کے آثار ظاہر تھے۔
”کچھ بھی ہو جناب۔ ہم یہ بیس ہزار روپے وصول نہیں کریں
گے۔ ان اس پیکٹ میں سے پانچ ہزار روپے لے یہتے ہیں اور
ہم حاجی سہرا کو دے دیتے ہیں، کیونکہ انھوں نے بیس ہزار قم

”میں اُسی وقت قدموں کی گواز اگھری اور شیٰ ہانپتی ہوئی اند
داخل ہوئی۔ اسی کے چیلے بوکھلا کے ہوئے انداز میں حاجی سہرا
بھی داخل ہوا اور شرمذہ انداز میں بولا۔
”معاف کرنا حالت بیگ میرے دوست۔ یہ شیٰ کا کسی ملز
بھی دک نہیں سکا۔ میں نے بتا بھی دیا تھا کہ تم ان لوگوں
سے علدگی میں بات کر رہے ہیں۔
”کوئی بات نہیں۔ میں ان سے بات مکمل کر چکا ہوں۔
آؤ شیٰ۔ شاؤ میرے کب واپس آئیں؟
”آج ہی۔ آتے ہی گھر میں سامان رکھا اور تم سے ملنے
پہل آئی۔ اس مادٹے کی نت تو مجھے خبر دی گئی اور میرے گر
والوں کو۔
”اور ایسا میری خواہش پر ہوا۔ میں نہیں چاہتا تھا، تمیں
اپنی میر درمیان میں پھوڑ کر کہا پڑے۔
”یہ۔ یہ کیسے ہوا؟
”ابھی تک پتا نہیں چلا۔ بس۔ وہ سمجھو تو کہ ایک کار نے
میری کار کو ساید ہاری۔ میری کار اٹ گئی۔ اور میں بے ہوش
ہو گی، جب ہوش آیا تو اپنی ڈانگوں سے ہجوم ہو چکا تھا۔
”آف خدا۔ یہ۔ کیا ہوا۔ شیٰ نے چیخ کر کہا۔
”سہرا! ان سے اپنے پانچ ہزار روپے واپس لے لو۔“

” یہ تفیش کوں گے - کیا مطلب - پویس کو کیا ہوا ہے شتمی
ہمراں رہ گئی۔ ”

” حاتم بیگ پویس کے ذریعے تفیش کرنا نیس چاہتا - یوں
پویس اپنے طور پر تو ان لوگوں کو سماش کر رہی ہے -
یعنی حاتم بیگ ان لوگوں کے ذریعے سُرداش لگوانا چاہتا
ہے - ”

” حیرت ہے - پویس کے مقابلے میں کل کے بچے کس
طرح کامیاب ہو گئیں گے : ”

” نیں ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں شتمی - حاجی سہرا
لے کرنا - ”

” کیا مطلب - یہ دل کی بہت بڑے سراغر میں ہٹی
ہمراں رہ گئی۔ ”

” یہ میں نے نہیں کہا۔ ”

” تو پھر ہے اس کے لئے میں سوال تھا۔ ”

” شتمی - میں بتاتا ہوں : حاتم بیگ نے دخل اندازی کی -
شیئے اس کی طرف دیکھا : ”

” ضرور بتاؤ حاتم - اس نے خوش ہو کر کہا۔ ”

” تم نے کبھی شوگی برادر کا نام نہ ہے - ” حاتم بیگ
لے کرنا - ”

” دی تجی وہ تو ہم گھر رکھ آئے دیں : ”

” پہلے ٹیک ہے - یعنی یہ کیا بات ہوئی کہ آپ میں پڑا نہیں
لیں گے اور صرف پانچ ہزار روپے میں گے - آج کی دنیا میں ایسی
بات تو کیسی نہنے میں نہیں آتی : ”

” ہمارا اصول یہی ہے - جائز معاوضہ وصول کرتے ہیں : اشخاص
نے جواب دیا۔ ”

” ہوں - نیز بھی آپ کی مرمنی - ”

” میں نے پیکٹ میں سے پانچ ہزار روپے نکال کر حاجی سہرا
صاحب کو دے دیے - باقی حاتم بیگ کو دے دیے اور پھر اُنھے
ہوئے کہا : ”

” اب ہمیں اجازت دیں : ”

” ایک منٹ بھی - میری بھنگ میں تو کچھ نہیں آیا - آخر یہ سب
کی ہے : ”

” شتمی : تمیں ابھی ابھی ہوش آیا ہے - کچھ دیر آدم کرو ، پھر
میں تفصیل سے بتاؤں گا : ”

” نہیں ! پہلے مجھے بتایا جائے - یہ کیا معاملہ ہے - یہ دل
کون ہیں ، کیا چاہتے ہیں : ”

” یہ - بھتی یہ اس معاملے کی تفیش کریں گے : حاجی سہرا
— ۱۰ —

"شوکی برا جوڑز۔ ارسے باپ رے۔
اس نے بو کھلا کر کھا لد پھر پھٹی پھٹی آنکھوں سے بیس
دیکھنے لگی۔ دچانے کیوں اس کی آنکھوں میں خوف سما گی۔

مشورہ صفتِ اتنا ہے

"آخر اس معاملے میں ایسیں کیوں بُل دی گئی ہے؟ چند لمحے کی
خاموشی کے بعد شتمی لے کھا۔

"یہ حاتم بیگ کی خواہش تھی۔ ورنہ پویس تو میرے اشادوں
کا پختے کے لیے تیار ہو جاتی۔" حاجی سہرا ب نے بھاہب دیا۔

"اب تک پویس نے کیا کیا ہے؟" حاتم بیگ نے من بنایا۔

"یکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ آئندہ بھی پوچھ نہیں کر سکے
گی۔ وہ اپنی کوشش کر رہے ہیں؟"

"اور وہ کرتے رہیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں، یکن میں ان
کے ساتھ مانند ان لوگوں سے بھی کام لینا چاہتا ہوں؛ حاتم بیگ
نے تاخوش گوار بچے ہیں کھا۔

"ضرور لو میرے سے دوست، ایسیں بھی کوئی اعتراض نہیں۔" حاجی
سہرا ب نے فوراً مسکرا کر کھا۔

"یکن تمی صاحبہ کیوں خوف زدہ ہیں؟" افتاب نے چرانہ ہر

” حاجی سراب صاحب اور شیخی صاحب آپس میں خالہزادہ میں
آپ حاجی سراب صاحب کے دوست ہیں۔ آپ کی شیخی صاحبہ
سے شادی ملے ہے۔ اور غیریب ہونے والی تھی۔ کیا یہ دوست
ہے۔“

” ان ہی دوست ہے۔“ حاتم بیگ نے کھوتے کھوتے انداز میں
کہا۔

” یہ سوال جیب سا ہے اور شاید آپ لوگوں کو تاخوش گوار
بی گارے، لیکن چونکو، میں اس کیس پر کام کرنا ہے۔ اس
لیے پوچھتے یقینہ بھی نہیں سکتے۔ شیخی صاحبہ کی شادی آخر حاجی
سراب صاحب سے یکوں ملے نہ ہوئی۔ جب کہ یہ انج کی خالہزادہ
ہیں۔“

” یہ بات تو انج سمجھ میں بھی نہیں سمجھ سکا۔“ حاتم بیگ نے
پریشان ہو کر کہا۔

” جی۔ کیا مطلب؟ میں نے چوک کر کیا۔ اشناق، اخلاق اور
آنکاب کے یہودی پر بھی حرمت کے بدل تیرے گئے۔“

” بھاری شادی سراب نے ملے کرائی ہے۔“ اس کی خواہش
سے ہوا ہے۔ ورد میں تو خود یہ پاہتا تھا کہ شیخی کی شادی سراب
سے ہو۔ اور یہ سکتا ہے۔ شیخی کی بھی یہی خواہش درہی ہو،
لیکن اس نے کبھی بتایا نہیں اور نہ بھوتے شادی کے سسے میں

کر پوچھا۔
” یہ آپ لوگوں سے خوف زدہ ہیں۔“ حاتم بیگ پہلی بار
سکراپا۔

” جی۔ ہم سے۔ کیا، ہم اس قدر خوفناک ہیں؟“

” آپ لوگوں کے کارہاتے ان کے یہے بہت خوفناک ہیں۔“

” وہ کیسے؟“

” آپ کی خبری بہت شوق سے پڑھتی ہیں۔ اس وقت خوفزدہ
ہونے کی وجہ سے خود ہی بتائیں گی۔“

” کیوں شیخی صاحبہ پر یہیں اس کی طرف تڑا۔“

” میں خوف زدہ نہیں۔ آپ لوگوں کو پہلی بار دیکھ کر حرمت زدہ
مزدور ہو گئی ہوں۔“ اس نے فرمایا۔

” اوہ ہر اچھا۔ خیر۔ تو اب ہمیں اجازت دیجیے۔ تاکہ اس کیس
پر کام شروع کر سکیں۔“ واسع رہے کہ ہم پستے موڑ کھٹاں
جائیں گے۔“

” شیک ہے۔ آپ لوگوں نے بھوتے ایک ودھہ کیا ہے۔“
” خیال رہے۔“ وہ ودھہ پورا کرنا ہو گا؟

” ہاں! خیال رہے گا، لیکن میں اُبھیں عسویں کر دے ہوں۔“ میں نے
ان تینوں پر ایک نظر ڈالی۔

” کیسی اُبھیں۔“ حاتم بیگ نے بحدی سے کہا۔

کون جی؟

یہ کہ اس دوستی کی بخیار گیا چکے۔ دونوں اس تقدیر سے
دوست کی طرح ہی گئے کہ صائم بیگ کے والدین کی افادات کے بعد
 حاجی سراب اسے اپنے گھر لے آیا اور اس وقت سے یہ حضرت
بیٹیں رہتے ہیں۔ نہ صرف رہتے ہیں۔ بلکہ ان کا رشتہ بھی اپنی حالانکو
ہیں کے ساتھ کر دیا اور بعد یہ ہے کہ اس کے اپا اع ہر چانے
کے بعد بھی رشتہ ہو جاتے گا۔ کمال ہے۔

”واتھی۔“ حالات بہت بحیب ہیں اور میں سچپ رہا ہوں کہ
ان حالات میں ہم موٹکھنڈاں ہائیں یا ”جائزیں“ میں نے کہا۔
”موٹکھنڈاں تو خیر جانا ہی ہو گا، کیونکہ اس کے بیٹر ہم
پکھ نہیں جان سکیں گے۔“ میں اس بھروسہ کا تلاش کرتا ہو گا، جہاں
وادوات کی ٹھنی۔ ہو سکتا ہے، دہل سے کوئی سڑاخ مل جائے
اگرچہ اب بہت دیر ہو چکی ہے۔

”یوں، یہیں اس سے پہنچ اس دوستی کی بخیار معلوم کرنا
ہو گی۔“ اشناق نے راستے پہنچ کی۔

”اوہ ہم دہل سے بھل آئے ہیں، کیونکہ یہ سوال حاجی سراب
اوہ شجی کے سامنے کرتا مناسب نہیں تھا۔“

”تو کیا ہوا۔ ہم یہ دریہ فرن حاتم بیگ سے بات کر سکتے
ہیں۔“

”نہ ابھی کہاں افہم کیا، لیکن خیر۔“ اب تر ایں نہیں ہو گا۔ اب یہ شادی
نہیں ہو گی۔“ حاتم بیگ نے بو جھل آواز میں کہا۔

”کون کیوں۔“ تم نے کہا کہا مرے دوست۔ اب کیا ہو گی
ہے۔ ہم تھارا علاج غیر مغلی داکتوں سے کرائیں گے، وہ اس
خوبصورتی سے مصنوعی نالگیں کھا کرے گے کہ کسی کو جھوٹی بھی نہیں ہو
گا۔ تھاری“ مالگیں مصنوعی رہیں۔ اور یہاں خیال ہے شجی کو اب بھی
اس شادی پر کوئی بعتراف نہیں ہو گا۔

”ہاں۔“ ہاں رہیا تھے۔ شجی نے فروز کا۔

”جایی صاحب۔“ اکثر اپنے شجی صاحب سے شادی کرایکر پڑھ
دیکھا۔

”اس یہے کہ میں ایسیں ہیں کی طرح خیال کرتا ہوں۔ اور کوئی
دہ نہیں۔“ حاجی سراب بولتا۔

”شکری۔“ اب ہم ہیں گے۔

”خدا ہافتاد۔“ ان ہمین نے ایک ساتھ کہا۔

”ہم دہل سے نکلے تو شدید آجھن میں تھے۔

”شجی بہارا نام تھی کہ خود نہ ہو گئی تھی، لیکن اس نے
کہا کہ وہ صرف حیرت زدہ ہے؟“ میں بڑھایا۔

”اور یہ شادی والا معامل بھی بحیب سا ہے۔“ اشناق بولتا۔

”ہم ایک ہت معلوم کرنا ہوں گے۔“ اخلاق نے کہا۔

”خیل کی پیچرگی۔“ قدم بھی تو نہیں:
 ”خیال کی گمراہی۔“ خیال سندھ سے بھی گمراہوتا ہے:
 ”اوہ! ہمارے درستے ایک ساتھ لکھا، پھر میں نہ کہ:
 ”واقعی آنکھ۔“ آنکھ نے رُزی پتے کی بات۔
 ان الفاظ کے ساتھ ہی ہم دفتر کے دروازے تک پہنچ چکے اور
 ”ام وحک سے رہ گئے۔“ یہ سے الفاظ درمیان میں ہی رو گئے۔



ارشد ہاتھ جڑو سے کھڑا تھا اور یہ ریکھ کسی پر جلا لی تو صاحب
 بر جوان تھے۔ ان کی آنکھیں شدید اگل رہی تھیں، پھر ان کی نظریں
 تم پر پڑیں:

”اوہ۔“ تو تم وہ آگئے پڑھا ہوا۔
 ”لیا اپھا ہوا۔“ آپ یہاں کیسے تشریف لائے؟ میں نے
 تا خوش گوار بھیجے میں کہا۔
 ”اوہ بہہ چارے ارشد پر نور یکون گردہ ہے؟“ آنکھ
 میں کہا۔

”یہ ہے ہی اسی مقابلہ۔“
 ”وہ کیسے؟“ اخلاق نے حیران ہو کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ اب دفتر پر بچ کر بھی فون کریں گے۔ اس کے بعد
 اگر مناب موس ہجا تو اسی وقت مودود نہزاد جائیں گے۔
 درد کل، کیونکہ اب دن خروب ہونے والا ہے۔“ یہ سے
 فیصلہ کی بیچے میں کہا۔
 ہم دفتر کی طرف روانہ ہو گئے۔ چادر میں سوچتا میں گم تھا
 اپنیک آنکھ بولا:

”کرنی۔“ بہت گمراہ پھر بے۔ بہت ہی گمراہ۔
 ”آخر کتنا۔“ کنوئیں بہنا: اشراق جل کر بولا۔
 ”نہیں۔“ کنوں تو کوئی پیچرہ ہی نہیں۔ کنوئیں سے بھی گمراہ۔
 ”تو پھر۔“ دیبا یعنی گمراہ: اخلاق نے کہا۔
 ”دریا تو شاید کنوئیں بہنا ہی گرا نہیں ہوا:“ آنکھ نے بھا
 کر کہا۔

”تو پھر تماد سے خیال میں کیا یہ معاملہ سنبھالنا بہنا گرا ہے؟“ میں
 نے سکھا کر کہا۔
 ”جی۔“ تھی نہیں۔ سمندہ بہنا گمراہ بھی نہیں: آنکھ سکراپا۔
 ”سمندہ سے زیادہ گمراہ اور کسی پیچرگی کی ہرگی۔“ عجیب امن ہوا۔
 اشراق نے من بنایا۔
 ”بھولی ہے ایک پیچرگی:“ آنکھ نے اب بھی پرمسکون انداز
 میں کہا۔

سمجھا: آفتاب خوش ہو گی۔

• جان - دا تھی۔ ہمارے ایسے نصیب کہاں؟ اشناق نے سرور
آدمی بھری۔

• مشورہ بہت آسان ہے۔ اور منید جی بہت زیادہ ہے۔ وہ عائیں
دو گئے مجھے۔ جلالی نور نے شوشن اہماز میں کہا۔

• وہ عائیں کا کیا ہے جناب۔ وہ تو تم مشورے کے بغیر
بھی دے سکتے ہیں؟ آفتاب نے نہ بتایا۔

• لیکن میں پاہتا ہوں۔ پہلے تم مشورہ قبول کرو اور پھر ہے
وہ عائیں دو۔ جلالی نور نے اسے گھورا۔

• نیچ۔ جی۔ بہتر۔ دے دیں گے۔ آفتاب فردا بولے۔
”قد پھر نہ تھا۔“

میں اسی وقت نون کی گھنٹی بیج آٹھی۔ جلالی نور رُک
گیا۔ پھر جلدی سے بولا:

”پہلے نون سن لو۔ میرا مشورہ بسا گا نہیں جا رہا۔“

”شکر یہ جناب؟ میں نے کہا اور نون کا رسیسر آٹھا یا۔
اور پھر دوسری طرف سے آنے والی آواز نے مجھے لرزادا۔ آواز
ایسی تھی بیسے کوئی جان کنی کی حالت میں ہو۔ اور جان نکلنے سے
پہلے پہلے کچھ کہڑانا چاہتا ہو۔“

”شوشن۔ شوشن۔ شوکی۔“ مم۔ میں مر رہا ہوں۔ اس۔

”مجھے آئتے پندرہ مت ہو چکے ہیں، لیکن اس نے اب تک
دچکے کو پوچھا، نہ پانی کو۔“

”یہ تو دا تھی ناممکن حرکت ہے۔ کیون ارشد؟“
”اود اس پیسے میں نے اس سے کہ دیا تھا کہ اب تم وہ گوں کے
ساتھ اسے بھی حوالات میں بند کروں گا۔“

”بھی۔ یہ آپ کی کہ رہے ہیں۔ حوالات۔ کیسی حوالات
آفتاب گھرا گیا۔

”بھی ہب بھی موقع ملا۔ اود مرستے کا کیس ہے۔ وہ تو آنے
دن ملتا ہی رہتا ہے۔“

”ہوں۔ تو یہ بات ہے۔ جاؤ ارشد۔ ان کے لیے پاکے لاد
اور آئندہ یہ جب بھی تشریف لائیں۔ ان کے لیے پائے مفرود
لایا کرو۔“

”جی۔ بہت بہتر۔“ ارشد نے کہا اور فردا دفتر سے ہر بھل
گیا۔

آنے والوں کے لیے چاکے ہم بازار سے ہی حکوایا کرتے تھے
اتمی جان کو ہار بار سکھیفت دینا مناسب نہیں تھا۔

”فرماتیے۔ ہم کیا خدمت کر سکتے ہیں؟“

”آج میں تیس ایک عدد مشورہ دیشے آیا ہوں۔“

”خوش قسمتی ہے ہماری کہ آپ نے ہمیں مشورے کے قابل

وے رہے تھے۔ مشورہ سے درخواست پر آگئے اور ساتھی
حکم تک پہنچ گئے۔ یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے انکل۔ آفتاب
نے پریشان ہو کر کہا۔

• یک مطلب۔ اچھی بات نہیں۔ میں ایک بات کہوں اور تم
اس بات کو اپنی بات دکھو۔ شماری یہ جمال۔ جملی قدر نے
انہیں نکالیں۔

• آفتاب۔ بڑی بات ہے۔ اُغڑ، ہمارے آفتاب میں یہ میں نے
اسے ڈاٹا۔

• بھی بہتر۔ میں صافی چاہتا ہوں:

• آیندہ بخول کر بھی ایسی بات نہ کنا:

• بھی بہتر۔ نہیں کہوں گا۔ دعوے کرتا ہوں، اب میر بانی فرمایا
کہ اپنے مشورہ کی طرف تشریف لائیے۔ اس نے من بشکر کہا۔

• ہاں۔ مشورہ۔ جو درخواست بھی ہے اور حکم بھی۔ اگر
مان لوگے تو مشورہ، اس پر عمل کرو گے تو درخواست اور
نہ مانو گے، عمل نہ کرو گے تو پھر حکم۔

• آپ۔ تو میں ڈراستے دے رہے ہیں:

• کیا کروں۔ بمحروم ہوں۔ خود مجھے ڈرا دیا گیا ہے:

• یہ آپ کی فرمادی ہے میں، آپ کو ڈرا دیا گیا ہے۔ ایسا
کون سو رہا ہے جو آپ کو ڈرا دے، آپ تو اپنے اچھوں سے

اس گیکیں سے لا جو نہ۔
انقاومت ختم ہو گئے۔ میں نے ریسیور گرنے کی آواز لئی۔

میرے بدن میں تقریباً دوڑ گئی۔ رنگ فتنہ ہو گیا۔ کہتے ہی
سیکنڈ میں ریسیور کان سے لگاتے ہیں ہیس کرتا رہا۔ میکن میں
تو کسی نے ریسیور آٹھا کر کریٹل میں رکھا اور دبجر سے بات
گل۔ آغز میں نے تھکے تھکے اداز میں ریسیور رکھ دیا:

• تھارے چھٹے پر شدید گبراہٹ کے آثار میں شوکی۔

نیز تو ہے:
• کسی شخص نے فون پر صرف اتنے انداز کے ہیں کہ وہ مر
 رہا ہے۔ اور۔

• چھوڑو شوکی۔ رنگ تو اسی قسم کے فون کیا ہی کرتے ہیں۔
یہ تھیں اپنے مشورہ شاہراہ ہوں۔ اسے یکن۔ تھیں ہو سیاگی
پے بھی۔ تم تو بہت زیادہ گبرا گئے ہو۔ بھی وہ شخص مر رہا
ہیں گی۔ اس نے صرف بھی کہا ہے تا کہ وہ ہر دل ہے۔ تم
کہوں پریشان ہوتے ہو۔

• بھی بہت بہتر۔ نہیں ہوں گا پریشان۔

• شوکی۔ تم اسے مشورہ بھی خالی کر سکتے ہو اور درخواست بھی۔

یکن پچ تو یہ ہے کہ ایک تھم ہے:

• بھی کیا فرمایا۔ حکم بھی ہے۔ پس آپ صرف ایک مشورہ

نہیں ٹوستہ:

• میرا خیال ہے۔ ہماری گلکو بہت طویل ہو گئی ہے۔ مشورہ
صرف اتنا ہے کہ عالم بیگ کے معاملے کر لائے جی: نگانا:
• جی۔ یہ۔ مطلب۔ "ہم اچھل پڑے۔
آئیں یہ رت سے پہل ٹکیں۔

لیک بات

• یہ۔ یہ آپ یہ کہ رہے ہیں انکل؟ میں نے بوکھلا کر
کہا۔

• بلکہ اس سے نزادہ زور دار سوال یہ ہے انکل۔ کہ کیوں
کہ رہے ہیں؟ آفتاب بولنا۔

• میں نے اتنا بیب مشورہ تو آج تک شاد کہا۔ اشناق
کہا۔

• اور دشاید کبھی متینیں گے۔

• یہ ہر بات میں تم چاروں کا جواب دیتا فضوری ہے۔
اس نے درج کر گہا۔

• جی۔ جی نہیں۔ تو میں بولا۔

• اگر تم نے میرا یہ مشورہ دن ماہ تو نقصان میں رہو گے:
انکل! ہمارے بھی ایک سوال کا جواب آپ دے سکتے ہیں
نہیں؟ میں نے ڈرے ڈرے انداز میں پوچھا۔

• انکھیں۔ آپ کرنی اور مشورہ نہیں دے سکتے۔ آفتاب نے مایوسا نہ
لچھے میں کہا۔

• نہیں۔ فی الحال تم ووگوں کے لیے یہرے پاس یہی مشورہ
ہے۔

• بہت بہتر۔ ہم بھی خدا آپس میں مشورہ کریں، پھر آپ
کو فون پر اطلاع دے دیں گے:

• شیک ہے۔ ضرور مشورہ کرو۔ مشورہ کرنا اچھا ہے، لیکن
اتنا سُس تو کر میں انکھار نہیں سن سکتا۔ اور ایک سانشیل کو
اسی وقت سے تمہارے دفتر کی نگرانی پر مقرر کر دیا ہوں۔
بھاں بھی تم جاؤ گے، وہ تمہاری نگرانی ضرور کرے گا اور بے
اطلاع دیتا رہے گا:

• امرے بابہ رہے۔ اتنا سخت فیصلہ۔ اشناق کا نب اٹھا۔
• ہاں! میں بہت بھروسہ ہوں۔

• شکریہ۔ آپ تشریف لے جائیے، ہماری طرف سے آپ کو
اطلاع مل جائے گی:

• شیک ہے۔ یہ کہ کر جلالی ذر ائمہ اور دفتر سے بھل گئے۔
چند سینکڑے سینکڑے ہم کھتے کے عالم میں بیٹھے رہے، آفرا اخلاق

بولالا:

• آپ کیا کی جائے؟

• ایک کیا۔ دس سوال پوچھو۔ وہ خوش ہو گر بولے۔

• فی الحال آپ صرف ایک سوال کا ہی جواب دے دیں
اور وہ یہ کہ ایسا مشورہ ہیں آپ کسی کے مشورے پر دے رہے
ہیں۔

“تمہارا کیا خیال ہے۔ میں کسی کے مشورے پر تیس یہ مشورے
دے رہا ہوں؟”

• حاجی سراب کے مشورے پر:
• پاکل غلط۔ پچ تو یہ پہنچ کر یہ مشورہ میں خود اپنے مشورے پر
تیس دے رہا ہوں؟

• بھی۔ کیا مطلب۔ آپ کی کتنا پاچتے ہیں؟
• یہ کہ میں اس کیس کا اب انچارج ہوں۔ حاجی سراب
سے بڑے بڑے پولیس افسران کے تعقات ہیں۔ ان سب نے
بھے پہاڑات دی ہیں اور حاتم بیک کے ہمراں کو خودی گرفتار کی
جائے۔ یہ کام صرف اور صرف بھے کرنا ہے، لیکن اگر اس
جمجم۔ اسکے بجائے تم پہنچ گئے تو میری کیا رہ جائے گی:

• سنت۔ تو ہم دھوکہ کرتے ہیں، جنم۔ اسکے خود نہیں پہنچیں
گے۔ جو نہیں ہم نے جان یا کہ جنم کون ہے، آپ کو اطلاع
دے دیں گے:
• نہیں۔ تم اس معاملے سے باکل ہی اگر رہو۔

ہے۔ میں نے حاتم بیگ کی آواز پہچان لی تھی اور اب بھیں فردی طور پر وہاں پہنچنا ہو گا۔

اور وہاں جلاں نہ رہیں جی ہوں گے۔

ہوتے ہیں۔ صرف اس کیس پر کام کرنے کی خواہ پر وہ
بھیں گرفتار نہیں کر سکتے۔

ہوں۔ اور اس کا نشیل کا کیا کریں۔

اس کا بھی پکھہ دکھ کرنا ہو گا۔ پہلے میں حاجی سراب
کو فون کروں۔

یہ کہ کر میں نے حاجی سراب کے نہاد کیے۔ ایک
منٹ تک گفتگو بھی رہی، آخر رسمیود اٹھایا گیا اور ذرا کر کی آواز
ستائی دی۔

رسیلو۔ کون صاحب ہیں؟

ذرا کر صاحب۔ یہ میں ہوں شوگی۔ یہاں ہر طرح سے
خیریت تو ہے۔

بھی۔ بھی نہیں۔ خیریت نہیں ہے۔ حاتم بیگ انتحال کر گئے
ہیں۔

اوہ، لیکن کیسے۔ وہ تو میک تھے۔

ایک بھی ان کی بیعت بھڑکی اور روح پر واڑ کر گئی۔

یا اللہ رحم۔ میں نے کہا اور رسیلو رکھ دیا۔

بھجو، ہیں۔ اس کیس سے ہاتھ نہیں اٹھ سکتے۔ میں نے جواب
دیا۔

وہ کیوں بھالی ہاں ہے اشغال بولا۔

ہمارے انمول کے خلاف ہے۔ جب ایک کیس کو ہم ہاتھ میں
لے پہنچتے ہیں تو پہراستِ حل کر کے ہی دم لیتے ہیں اور کسی کے
دوسرے نہیں رک سکتے۔ اور اس کیس میں تو کسی صورت بھی نہیں رک
سکتے۔

بھی۔ وہ کیوں؟ آنکھ پچکا۔ اور ہاں۔ وہ فون کس کا تھا؟

وہ فون۔ اس فون نے ہی تو مجھے یہ فیصلہ کرنے پر بھجو
کیا ہے کہ چاہے پکھہ ہو جائے، ارادہ کی دنیا اور ہم ہو جائے،
ہم اس کیس کو حل کر کے رہیں گے، ایک کا نشیل تو کیا دیں
کا نشیل بھی ہمارے دفتر پر مقبرہ کر دیے ہائیں تو بھی ہم باز
نہیں آئیں گے۔ اس یہے کہ وہ فون حاتم بیگ کا تھا اور جہاں تک
میرا خیال ہے۔ وہ مر چکا ہے۔

سیااااا! یعنی نورے پڑائے۔ ارشد بھر پچکا رہ گی۔



ہاں! بھے اس میں ذرا بھی ٹکک نہیں کر یہ حادثہ ہو چکا

کوئی شی کے ساتھے نہیں پوچھس کی کوئی گاہوئی نظر نہ آئی ۔
شاید پوچھس کو فون کیا ہی نہیں گی تھا ۔ باپھر دیر سے فون
کیا گی تھا ۔ ہم آگے بڑھے، ذاکر نے نہیں اندر پہنچا دیا ۔
مام بیگ کے کمرے سے مدنے کی آوازی آ رہی تھیں ۔ گویا
بے لوگ دہیں تھے ۔ نہیں بھی بھروسنا اور ہم لہی رُخ کرتا
ہے ۔

ماجھی سراب اور شیئی نہیں دیکھ کر پہنچے، دونوں کی انکھیں
تیرنے تھیں :

”آپ۔ آپ کس طرح پڑے آئے؟“
”نہیں آپ کے دوست نے منے سے پہنچ فون کیا تھا، انھوں
نے اطلاع دی تھی کہ وہ مرنے والے ہیں، پھر ان کے ہاتھ سے
ڈیسیور گر گی تھا۔“

”اوہ ہاں! جبکہ ہم ان کے کمرے میں داخل ہوتے تو زیبود
میز سے نیچے جھول رہا تھا۔ گویا اسی وقت انھوں نے دم توڑا تھا،
انہوں نے۔“

”تو اس وقت ان کے کمرے میں کوئی نہیں تھا؟“
”نہیں۔ ہم تو انہیں اپنی بھلی حالت میں چھوڑ کر گئے تھے،
خیال بھی نہیں تھا کہ یہ اس طرح رُخت ہو جائیں گے۔“
”کسی نے کہا۔“

”آڈ بھی۔ اب ہم رُک نہیں سکتے۔ کافیں تعاقب کرتا ہے
 تو کی کرے۔“

”یعنی ہم عقل مندی کا مظاہروں کوں دکریں۔“ اشناق نے
فدا کہا۔

”کی مطلب۔ چارے ہاں عقل مندی کھان سے آگوڈی۔“
آفتاب سرلان ہو کر بولا۔

”ادشد کو گھر کے دروازے کی طرف سے باہر بیجا جائے۔
یہ کوئی میکی روک لے اور پھر ہم بھی اسی راستے سے بکل کر
ٹوک پر آ جائیں۔ بدلی سے میکی رہن بیٹھ جائیں۔ شاید کافیں
اتھی جلدی میکی نہ پکڑ سکے اور ہم بکل جائیں۔“

”ترکیب اپنی ہے۔ چلو ادشد۔“
ادشد فرما، اندر دی کے دروازے سے بکل کر دوسرا طرف پڑا
گیا۔

”دیسے اس کی صورت نہیں تھی۔ ہاں بھی تو آخر جلالی نور
صاحب سے ملاقات ہوگی۔ اخلاق نے کہا۔

”وہ بعد کی بات ہے۔“ میں نے منہ بنا کر کہا۔
پانچ منٹ بعد ہم ایک میکی میں بیٹھ پکھے تھے اور کافیں
بے بھی کی حالت میں ادھر آدم دیکھ رہا تھا، ہم اس کی طرف
دیکھ کر مسلکا نے اور میکی چل پڑی۔

ہماری شادی ملے کر دی گئی۔

• بہت افسوس ہوا۔ ہم آپ کے غم میں برا بر کے شریک ہیں ۔

• جانے دیجیے۔ کون کی کے غم میں برا بر کا شریک ہوتا ہے، سب کھنے کی باتیں ہیں ۔

• اسی وقت قدموں کی آواز اُبھری اور حاجی سراب آتا نظر آیا ۔

• جوہی نور صاحب آرہے ہیں ۔

• اسے بچ پڑے؟ آپ نے روکھلا کر کہا۔

• کیوں۔ آپ کو کی ہوا ۔

• وہ۔ جی۔ کچھ نہیں۔ وہ تو ہمارے پڑانے مہربان ہیں ۔
لیا ہم آپ کے دوست کو آخری بار ایک نظر دیکھ لئے ہیں ۔

• ہاں مژو۔ کیوں نہیں؟ اس نے کہا اور پھر ہمیں لے کر دوں اگے بڑے۔

بستر کے قریب پہنچ کر ہم رک گئے اور سختے کے عالم میں تمردہ عالم بیگ کو دیکھتے رہے۔ کچھ در پختہ ہم نے اس شخص سے باتیں کی تھیں، یہیں اب یہ بولنے کے قابل نہیں رہتا۔ اس کے چھرے پر ہلکی سی نیلا ہٹھ طاری تھی۔ ابھی ہم اسے دیکھ رہے تھے کہ ذکرنے اندر داخل ہو کر کہا:

• کیا آپ نے پولیس کو اطلاع نہیں دی ڈی میں نے کچھ سچ کر لکھا۔

• ابھی سمجھ نہیں۔ کیا پولیس کو اطلاع دینے کی مردودت ہے؟

• بالکل۔ آخر یہ ایک پولیس کیس ہے۔ ان کی ٹانگیں کافی گئی تھیں۔ اور اب یہ مرغیے ہیں۔ گویا اب یہ قتل کا کیس بن گی ہے۔

• قتل کا کیس نہیں؟ حاجی سراب نے بوکھلا کر کہا۔

• لام! اگر ان کی موت ٹانگیں کھنے کی وجہ سے ہوئی ہے تو یہ قتل کا کیس بن گیا ہے، آپ کو پولیس کو فون کر دینا پڑا ہے؟

• اور اچھا۔ واقعی۔ یہ شیک ہے؟ حاجی سراب بولا۔ اور پھر فون کرنے کے لیے آگے بڑھ گی۔

• ان کی دوستی کس قدر گھری تھی۔ ششی صاحبہ۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں۔ یہ دوستی کس طرز شروع ہوئی تھی؟

• بھماں بھگ میری معلومات ہیں، دو فوں سکول کے زمانے کے دوست ہیں ۔

• حاتم بیگ کے والد کیا کرتے تھے۔ کیا انہوں نے حاتم بیگ کے لیے کچھ نہیں چھوڑا تھا؟

• مرد پکھ نہیں۔ ان کے مرلے کے بعد حاجی سراب اپنے گھر لے آئے۔ یہیں میں زندگی میں پہلی بار ان سے ملی اور پھر

کی موت کی نہر من کر آنا کرنی قابلِ انتہا نہیں ہے۔
 "ہوں اچھا۔" یہ کہ کرو، میت کی طرف مڑتے۔ چند لمحے تک
 اس کی طرف دیکھتے رہے۔
 "آپ نے قتلی کی حاجی صاحب۔ انہیں بستال سے نہیں لانا
 پڑھیے تھا۔"
 "یہ دل ان کے پدر کی طرح تیار ہی نہیں تھے۔"
 "ہوں۔ خیر۔" وہ دلتے۔
 چند لمحے تک بادزوہ یعنے کے بعد وہ یہ دیکھے ہو گئے۔
 "آپ کو شوکی صاحب کے مشورے پر ملا یا گیا ہے؟" شیخ دلی۔
 "کیا مطلب ہے؟ جالی فور نے پوچھ کر کہ۔
 "ان کا کہنا ہے کہ آپ یہ کیس قتل کا بن گیا ہے؟
 "ان! یہ تو خیر ٹیک ہے۔
 "بکھر میں تو پکھر اور بھی کہا چاہتا ہوں؟" میں سنبھدو، لجھے
 میں بولا۔
 "میں شکریہ۔ ہمارا بھائی ذما کر آپ لوگ اپنے گھر جائیں۔"
 "جی، بہت بہتر۔ ہم اپنے گھر پہنچتے ہیں، میں ایک بات
 کہ کر جائیں گے۔ میں نے پروردہ لے لیجے میں کہا۔
 "میں نے کہا۔ آپ لوگ جاسکتے ہیں؟"
 "جی نہیں۔ ایسے کیسے جاسکتے ہیں۔" یہ تو بتانا ہی ہو گا کہ

"جلالی نور صاحب آگئے ہیں؟"
 "کیا مطلب ہے؟ میں پوچھتا ہو۔"
 "میں بات کا مطلب پوچھ رہے ہیں آپ؟" حاجی سراب
 حیران ہو گر بولے۔
 "ابھی ابھی تو آپ نے اسین قون کیا تھا۔ وہ اس تدریج
 میں طرح آگئے؟"
 "فون ملتے ہی پہل پڑھے ہوں گے اور آئے بھی تیز رفتاری
 سے ہوں گے۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی؟" حاجی سراب نے بڑا سا
 منہ بٹایا۔
 "ہاں واقعی۔ یہ تو کوئی بات ہوئی ہی نہیں۔" میں نے فوراً کہا۔
 "چاؤ ذاکر اسین سے کوئی؟"
 "بھی بہتر۔" ذاکر نے کہا اور بھدی جلدی چلا گیا۔
 اور پھر بھاری قدموں کی آواز سُنانی دی۔ اُپسکڑ جلالی نور اندہ
 داخل ہوتے، پھر جنمی انھوں نے اسین دیکھا، ایک دم رُک گئے۔
 "میں نے تم سے کیا کہا تھا۔ انھوں نے خدا کہا۔"
 "ابھی تک ہم لے آپ کو اپنا نیصد کپ مٹایا ہے۔" میں
 نے ڈردے بغیر کہا۔
 "اوہ۔" اس کے منہ سے بلکھا۔
 "اور پھر ہم تو ان کی موت کی نہر من کر آئے ہیں اور کسی

حاتم بیگ صاحب کی موت ٹانگیں کشنا کی وجہ سے نہیں ہوئی۔
یہ صدر تو وہ برداشت کر گئے تھے اور ہسپتال سے بھی آگئے تھے،
ان کی موت دیاصل زبردست ہوئی ہے۔
• کیا ڈڑہ سب چلا اُشے۔

اشقق، اخلاق اور آفتاب نے بھی چلانے میں ان کا ساتھ دیا
تھا۔

زہر کی کانی

چند لمحوں کے لیے کمرے میں موت کا سٹا پھا گیا۔ پھر

جلالی نور کی آواز اُبھری:

د تھارا دماغ تر نہیں پل گی:

• یہ شمارہ اندازہ آپ نے کس طرح لگایا انکل: آفتاب نے
بُرا مان کر کھا۔

اس سفر میں سب لوگ حاتم بیگ پر جان دینے والے ہیں،

بولا زہر کون میں سکتا ہے:

• وہ۔ جس نے ٹانگیں کھائیں یا کٹوائیں؟ میں نے پر سکون
آواز میں کھا۔

• لیکن کیوں۔ اگر اسے حاتم بیگ کو جان سے مارنا تھا تو پھر
اسی وقت کیوں نہ مار دیا جب ٹانگیں کافی تیس، جان سے مارنا
تو ٹانگیں کامنے سے آسان تھا۔

• اس نے سوچا تھا کہ ٹانگیں کٹ جانے کے بعد حاتم بیگ نہ ہو

کی طرف دیکھا :
” وہ مصلی میں چاہتا ہے تھا کہ یہ رے دوست کی بیت کی بے عہتی
د ہو۔ ”

” اور فرض کریں ، آپ کے دوست کو کسی نے زہر دیا ہے —
 تو کیا آپ زہر دیستہ والے کو سزا دھانا پسند نہیں کریں گے ؟
 ” یکوں نہیں — میں تو ایسے آدمی کا خون پینا پسند کروں گا ۔ ”
 ” مہربانی فڑا کر آپ خود خون نہ یہیکی گا ۔ یہ کام عدالت پر
 پھرڈیں : اخلاق نے گھرا کر کا ۔ ”

” پھر رہو — تم لوگوں کو ان حالات میں بھی مذاق کی سوچی
 ہے : جلالی نور بخا کر بولے ۔ ”

” اگر آپ نے پوست مارٹم دکرایا تو ہم انجارات میں شائع
 کراؤں گے : یہیں نے کویا دھکی دی ۔ ”

” اس سے پہلے کہ تم اخبار میں کوئی خبر شائع کراؤ گے ، میں
 تھیں اس ونیا سے رخصت کر دوں گا ۔ ”

” مل — یکن جناب : ابھی ہمارا رخصت پر جانے کا کوئی
 پروگرام نہیں : اخلاق نے گھرا کر کا ۔ ”

” مجھے تھا دے پروگرام سے کوئی واسطہ نہیں :
 ” انکھڑا صاحب — میرا خجال ہے ، جھگڑا کرنے کا کوئی خالدہ
 نہیں — ہم جانتے رہیں ، زہر نہیں دیا گی ، تو پھر ان لوگوں کا شک

نہیں رہیں گے ، یہیں کہ نہ نہیں کرنے گے : چنانچہ اس نے زہر کا سہما
 یا : میں نے جواب دیا ۔ ”

” تھاری بات میں کوئی زور نہیں ہے — تم بے پر کی آٹا
 رہے ہو ، زہر دیے جانے کا قلعہ کوئی امکان نہیں ہے ”
 جلالی نور نے جمل بھی کر کھا ۔ ”

” پوست مارٹم کی روپورٹ یہی بات میں اس قدر زور
 پیدا کر دے گی کہ کسی بھی کسی کی بات میں زور پیدا ہوا ہو گا ۔ ”
 میں نے تسلیم کیا ۔ ”

” اور پھر تو شاید زور پیدا کرنے کے بھی مقابلے شروع ہو جائیں
 آنکھ نے بول کھلا کر کھا ۔ ”

” ہمیں واٹ کا پوست مارٹم کرانے کی ضرورت نہیں ۔ ہم جانتے
 ہیں کہ یہ موت مانگیں کٹ جانے سے ہوئی ہے : حاجی سراب نے
 بھی جلالی نور کا ساتھ دیا ۔ ”

” اس صورت میں بھی پوست مارٹم کرانا ہو گا — مگر موں کی
 گزناواری کے بعد عدالت آخر اپنی سزا سنائے گی ، یہ سزا پوست
 مارٹم کی روپورٹ دیکھ کر ہی سنائی جا سکے گی ۔ اور پھر اگر اپنیں
 زہر نہیں دیا گی تو آپ لوگوں کا پوست مارٹم کرانے میں کیا
 حرج ہے ۔ ”

جلالی نور اور حاجی سراب نے پریشان ہو کر ایک دوسرے

لہذا میں اسے اپنے ہاں لے آیا اور اس دقت سے وہ بھارے ساختہ رہی تھا۔ میں نے اسے کبھی اپنے سے الگ نہیں سمجھا۔ گھر کے اولاد سے زیادہ اس گھر میں اسی کی عزت تھی، حاذم بھی اس کا حکم پختہ پورا کرتے تھے۔ اور گھر کے افراد کا بعد میں۔ ذکر کو تو میں نے غاص طور پر اس کی خدمت پر مقرر کر دیا تھا؛ یہ کہتے کہتے مابھی سہرا ب کی پلکیں بھیگ لیں۔

” ہوں۔ مجھے انہوں ہے۔ میں نے آپ کا فم پھر تازہ کر دیا ہے۔ ”

” آپ یہ فم تازہ رہے گا۔ ”

” گھاؤں راوات میں ان کا پتا کی ہے؟ ” میں نے پوچھا۔ ” وہ اتنا بڑا گاؤں نہیں۔ جس سے بھی پوچھیں گے، بتا دے گا، لیکن وہیں بار کر آپ ولگ کیوں کریں گے۔ وہ مکان تو ایک قوت سے بند ہے۔ وہاں ہی حاتم بیگ کے والد کی زمین تھی۔ وہ زمین بھی اب تو بخوبی ہے۔ ظاہر ہے جب اسی پر کاشت ہی نہیں کی گئی تو کام کی کسی طرح وہ سکتی تھی۔ میں نے اپنے دوست کو انہوں سے محفوظ رکھنے کے لیے اس پر کاشت نہیں کرائی تھی۔ یہاں کس پیغز کی کی تھی۔ ”

” اس صورت میں آپ نے وہ مکان اور زمین فروخت کیوں نہ ہے؟ ”

کیوں؟ ” قدد کر دیا جاتے۔ پوست مارٹ کا یا جاتے؟ ”

” یہ ہوتی نا یات میں سکرا دیا۔ ”

اور آخر ایجو لینس کے لیے دن یہ گی۔ حٹھوڑی دیر بس حاتم بیگ کی لامش کو ہسپتال بیج دیا گیا۔ جلالی نور بھی رُخت ہو گئے۔ لیکن ہم ہوں کے توں بیٹھے رہے۔ ”

” اب آپ وہ گوں کا کی پروگرام ہے؟ ” مابھی سہرا ب نے تا خوش گوار بھے میں کہا۔ انداد ایسا تھا بیسے کہ ” لا ہوا ” اب تم وہ گوں کا یہاں کیا کام۔ پہلے پھر ت نظر آؤ۔ ”

” ہم آپ سے صرف یہ بدچنان چاہتے ہیں کہ حاتم بیگ کے والد کا کیا ہام تھا اور وہ کہاں رہتے تھے؟ ”

” کیوں۔ اس کی کیا مزہ دت پڑ گئی؟ ” اس نے پوچھ کر کہا۔ ”

” مزہ دت پڑ نہیں گئی۔ ہم امکانات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ ”

” حالات بیب و غریب ہیں۔ ہر جنم تک ہم تمام حالات پر کے بعد ہی پہنچ سکتے ہیں۔ ”

” ہوں۔ آپ شیک کتے ہیں۔ ” حاتم بیگ کے والد کا آٹم بیگ تھا۔ وہ گھاؤں راوات میں رہتے تھے۔ حاتم بیگ تینیں حاصل کرنے کے لیے شہر آگی اور سکول میں ہی ہم رہتے، پھر اس کے والد کا انتقال ہو گیا اور والد کے پندھانے بعد والدہ بھی پل بیس۔ اس کا دنیا میں لور کوئی نہیں تھا۔ ”

ہو چاہئے۔ اسی کے بعد میں اپنی شادی کروں۔
تو یہی ہوا، کسی بھگٹھے تو کی ہی جا سکتی تھی۔
بی۔ اس طرف دیکھاں ہی نہیں دیتا۔
جون۔ اب آپ کا کیا پروگرام ہے؟
یہی طلب ہے اچل پڑا۔ آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔
میں شادی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ میں نے سرہ آؤال
میں کہا۔

شادی آپ کا دامغ چل گیا ہے۔ میرے گھر میں میرے چان
سے زیادہ عزیز دوست کا انتقال ہو گیا ہے اور آپ میری شادی
کی بات کر رہے ہیں۔
چان داتھی۔ یہ میری لعلی تھی۔ بچے افسوس ہے۔ آؤ
بھی میں۔

اور ہم پاہر بھل آئے۔ ایک جیب سے احسان نے بچے
بڑی طرح گیر رکھا تھا، لیکن میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ احسان
ہے کیا۔

کیا نیوال ہے بھائی جان۔ پڑھ مولیٰ کھنڈاں میں راگاؤں
راوات۔ آفتاب نے میری طرف دیکھا۔

ان دونوں جھگوں پر جانے سے پہلے میں پوست مارٹم کی
رپورٹ سننا پسند کر دیا گا، کیونکہ میں جانتا ہوں۔ رپورٹ کی

گروادی۔ میں نے اعزازی کیا۔

روپے پیسے کی کمی آج تک محross نہیں ہوتی۔ لہذا اس
طرف توجہ نہیں دی۔ اس نے بتایا۔

آپ کا کاروبار کیا ہے۔ پولیس والے آپ کے اشاروں
پر کیوں ناپتے ہیں؟

میں اپنے حک کا سب سے بڑا ٹھیکیا۔ جوں، ادب پتی
آدمی ہوں۔ اس حک کا سب سے بڑا دولت مند آدمی بھی
ہوں۔ اس کے علاوہ نیشنل اینسی کا سبھی بھی ہوں۔ ان حالات
میں پولیس میرے آگے جیچے رہ پھرے تو یہی کرے۔
شیخ صابر کی شادی آپ نے اپنے دوست سے خود طے
کرائی تھی۔ آفتاب نے پوچھا۔

اہی۔ میرے علاوہ یہ کام اور کون کرتا۔

یہ ایسا ان دونوں کی مریضی سے ہوا تھا۔

اہی، اگر ان کی مریضی نہ ہوتی تو میں کیوں رشتہ طے کرتا۔
آپ کی اپنی شادی ہو چکی ہے؟ میں نے اس کی طرف
دیکھا۔

نہیں۔ وہ کھوئے کھوئے انداز میں ہو لے۔

یہ کسی بھگٹھے ہو چکی ہے؟

ابھی نہیں۔ میں پاہتا تھا۔ پس میرے دوست کی شادی

ہو گی۔

”بہت بہت شکریہ۔ تو پھر فرمائیے۔ کیا رہا؟“

”رپورٹ میں لکھا ہے۔ موت دونوں ننائیں کرتے جانے کی وجہ

سے ہوئی ہے، لیکن بھر خون بہت بہت سمجھا تھا۔“

”ایں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“ میں چلا آئا۔

”تم کہ رہے ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے، جب کہ ۷۰۰“

بھی پچکا۔

”لیکن حاتم بیگ کو تو ہسپتال سے فارغ بھی کر دیا گی تھا،“

گویا وہ مانگوں کے صدے کو برداشت کر پکے تھے اور خطرے سے

باہر تھے، وہ ہسپتال والے اپسیں پچھی کس طرح دیتے؟“

”اُن خطرے سے باہر آؤ گئے تھے، لیکن شاید گھر میں کوئی“

بے اختیاطی ہو گئی۔ بہر حال میں نے رپورٹ تھیں سنادی۔

لاش کو واپس بیسج دیا گیا ہے اور اب انھوں نے کمن دفن کی

تیاری شروع کر دی ہے۔ اب تو تھیں کوئی اعتراض نہیں۔“

”بھی نہیں۔ پورٹ مارٹم کرنے والے ڈاکٹر کا کیا نام ہے؟“

”رمیاضن اکرم۔ اب اس کا داشت پاٹھا ہے کیا؟“

”بھی۔ شاید۔“

”ضور ضرور۔ جلالی نور نے کہا اور ریسید رکھ دیا۔“

”تو رپورٹ سے زہر کا ثبوت نہیں مل سکا۔ آفیاب مایوسانے“

انداز میں بڑھایا۔

”آپ کا مطلب ہے۔ رپورٹ زہر کی کہنی سنائے گی؟“

”ہاں بالکل۔ بے چے سو فیصد یقین ہے۔ میں نے پہنچ زور پہنچے میں کہا۔“

آخر میک دو گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بجی اور جلالی فر کی آواز سنائی دی۔

”ہیلو شوک۔ یہ تم ہو۔“

”بھی ہاں۔ قربنا میں ہی ہوں۔ میں نے مسمی صورت بنائی۔“

”قربنا تم ہی ہو، یہ کیا بات ہوئی؟“ انھوں نے جیران ہر کر کہا۔

”آپ کے لیے تو میں قربنا سے بھی کم ہوں۔ بہر حال فرمائیتے فون کس لیے کیا ہے؟“

”خوش خبری سنانے کے لیے۔ تم واقعی بہت بڑے جاہروں ہو۔“

”بھی۔ کیا مطلب۔ آپ کیا کہ رہے ہیں بالکل، میں نے تو بھی ایسی بات سوچی۔ بھی نہیں۔“

”پورٹ مارٹم کی رپورٹ مل گئی ہے۔ میں حاجی سراب کو فون کر پہنچا ہوں۔ اس کے بعد خیال کیا کہ کیوں د تھیں بھی اطلاع دے دی جائے، لیکن پورٹ مارٹم کا خیال تم نے بھی دلایا تھا؟“

”بیکو سر۔ ان کی آواز میں گردہ میں نے کہا۔

”اوہ ہو۔ شوکی۔ یہ تم ہو۔

”جی ہاں۔ آپ کا خادم۔ کچھ در پستہ ڈاکٹر ریاض اکرم نے ایک نوجوان شخص حاتم بیگ کی لاش کا پوست مارٹم کی ہے۔ ہمارے خیال کے مطابق اسے زہر دیا گی ہے، میکن ڈاکٹر صاحب کی پوست اس کے آٹھ ہے۔ مہربانی فرمائی کہ زہر کی قوت کیسی اور معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ حقیقت کی ہے۔“

”بعنی اگر اس نے رشتہ وصول کی ہے اور پوست غلط کہ دی ہے تو وہ بے اصل بات کیوں بتانے لگا۔“

”پہلے آپ فون تو کریں۔ اس سے بھی ہمارا ایک مقصود حل ہوتا ہے۔“

”ایک بات ہے۔ تین منٹ بعد بے فون کرنا۔ یہ کہ کر انھیں نے فون بند کر دیا۔“

”تین منٹ بعد میں نے پھر ان کے نمبر ملا کے۔ میری آواز سننے ہی انھوں نے کہا۔“

”ڈاکٹر ریاض اکرم نے پوری طرح گارڈنی دی ہے کہ موت زہر سے نہیں ہوتی۔“

”اوہ۔ بہت بہت شکریہ سر۔“

”اب میں نے بچ کر کیم الدین صاحب کو فون کیا۔ میری آواز

”نہیں۔ فدا جلدی سے ڈاکٹر ریاض اکرم کے نمبر دیکھو۔ میں نے بے پہن ہو کر کہا۔“

”اچھا۔ آفیا نے کہا اور ڈاکٹر ریاضی پر چٹ گیا۔ پانچ منٹ بعد نمبر مل گیا۔ میں نے ڈائل کیا تو ایک بھادی بھر کم آواز کا ذہن سے ملکرانی۔“

”ہیلو۔ ڈاکٹر ریاض اکرم پات کر رہا ہوں۔“

”اور میں شوکی ہوں جناب۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حاتم بیگ کا پوست مارٹم آپ نے کیا ہے۔ اور یہ کہ مت مانگیں کٹ جائے ہے ہوتی ہے۔“

”شوکی۔ آپ نے اپنا بھی نام بتایا تا۔“

”جی بالکل۔ کیا آپ کو میرے نام پر کوئی اعتراض ہے۔“

”نہ نہیں۔ ان تو آپ کی پوچھ رہے تھے۔“

”کچھ در قبل آپ نے حاتم بیگ نامی ایک نوجوان کی لاش کا پوست مارٹم کیا ہے۔ کیا اس کی موت زہر سے نہیں ہوتی۔“

”نہیں۔ مانگیں کٹ جانے سے ہوتی ہے۔“

”شکریہ۔ کیا آپ کو یقین ہے۔“

”کیا مطلب۔ اس میں یقین ہونے یا نہ ہونے کی کیا بات۔“

”ہم واقعی۔ اچھا جناب شکریہ۔ یہ کہ کر میں نے رسیدور رکو دیا اور کچھ سوچ کر کافی جی آواز عالم صاحب کے نمبر ملائے۔“

اب میں نے انکل فارانی کو فون کی۔ ان سے بھی بھی دخواست کی۔ میری دخواست نے انہیں بھی حیرت میں ڈال دیا۔ تم انہوں نے بھی ڈاکٹر ریاض اکرم کو فون کی اور، ابھیں اطلاع دی کر وہ نہر سے نہیں ہوتی۔

”آد اب پلیں۔ میں آٹھ کھدا ہوا۔“

”آخرانتے فون کرنے کی کیا ضرورت تھی؟“ اشراق نے پرما سامنہ بنایا۔

”تم نہیں سمجھو گے۔ میں سکرا یا۔“

ڈاکٹر بھٹکی سے میں پتا ٹوٹ کر چکا تھا۔ لہذا آدمی گھنٹے بعد میں ڈاکٹر ریاض اکرم کی کوشش کے دروازے پر دھک دے دیا تھا۔ کوشش بہت شاذ تھی۔ ایک بڑی بڑی موپھوں والے ٹکڑے کا زام نے دروازہ کھولا۔

”بھی بخاپ۔ کیا حکم ہے؟“

”ہمیں ڈاکٹر صاحب سے ملا ہے۔ ایک بہت منوبی کیس کے ساتھ میں۔“

”اچھی بات ہے، میں انہیں اطلاع دیتا ہوں۔“ اس نے اور چلا گیا۔ جلد ہی واپس آیا اور ہمیں ڈاکٹر رومیں بٹھا کر چلا گیا۔ پارچہ منٹ کے پریشان گئے انخلاء کے بعد وہ بیٹھے پڑے آدمی اندر داخل ہوئے۔

”سُن کر وہ بولے؛“

”بھی شوکی۔ کہاں غائب ہو گئے؟“

”بھی بس سے گیسوں میں غائب ہیں۔“ آپ سے ایک دخواست ہے۔

”ہاں ہاں کھو۔“

”آپ ذرا ڈاکٹر ریاض اکرم کو فون کر کے آتا معلوم کر دیں کہ ایک نوجوان شخص عالم بیگ کی موت کیا واقعی نہر سے نہیں ہوتی۔“

”یہ کیا بات ہوتی؟ وہ حیران ہو گر بولے۔“

”انہوں نے اس کی لائش کا پوٹ مارٹم کیا ہے۔ ہمارے نیال کے مطابق موت نہر سے ہوتی ہے، لیکن ان کی پیدائش نہر کی کہانی نہیں سنتی۔ ذرا آپ ان کو فون کر کے الہیناں کریں۔“

”اچھی بات ہے، میں سمجھ گی، تم کیا چاہتے ہو؟“ انہوں نے سُن کر کہا۔

”جلد ہی میں نے انہیں پھر فون کیا تو وہ بولے：“

”نہیں بھئی۔ یہ موت نہر سے نہیں ہوتی۔“ انہوں نے پوچھی طرح الہیناں دلایا ہے۔

”شکریہ سر۔“

ڈاکٹر ریاضی اکرم۔ اور آپ؟
شوکی برا دادو؟

”اگر ہم اتنے بڑے بڑے آدمیوں سے آپ کو فون کرو سکتے
ہیں تو لاش کے ذمہ سے پوسٹ مارٹم کا انعام بھی کر سکتے
ہیں۔“

”اوہ۔ تو وہ فون تم نے کرنے تھے۔“

”تو اور کیا؟“

”اس کے باوجود میں یہی کہوں گا کہ موت زہر سے نہیں
ہوتی۔“

”ایک بات ہے۔ دیکھا جانے کا۔ میں نے کہا اور انکھ کھڑا ہوا۔
کیا دیکھا جائے گا؟“ اس نے بچے گھورا۔
”بس۔ آپ دیکھو یہی لیس گئے کہ کیا دیکھا جائے گا؟ آفیٹ مخفیا
اور ہم باہر نکل آئے۔ ڈاکٹر ریاضی اکرم کمرے کے خرچ پر بہت
بہ کھڑا رو گی تھا۔

”کہوں بھی۔ دال میں کلاہ بے یا نہیں۔“

”بھی بھائی جان۔ ہاکل ہے۔ آپ نے کمال کر دیا، لیکن یہ
ذہن تباہی۔ آپ کو زہر کا شہر کیے ہوا؟“

”زندہ حالت میں عالم بیگ کا چہرہ ہاکل نہ رہ تھا۔ اس میں
آخی یا نیساپن نام کو بھی نہیں تھا۔ لیکن مرنے کے بعد چہرہ
نیکوں پورا رہا تھا۔ اور پھر حالات اس حد تک عجیب تھے کہ

”بچے ہو سکتا ہے۔“ میں اس شر کا بہت بڑا ڈاکٹر
بچے زہر کا خیال آگئی۔ پھر میرے زہر کا ذکر کرنے پر

کیا مطلب؟ وہ دیکھ کر ایک قدم بیچھے ہٹ گئے۔

”معاف بچے گا جناب، ہم اتنی خوفناک پیزی تو نہیں۔ میں تھے۔“

”میں تھا۔“

”تھا۔ تم کیا پاہتے ہو۔ یہاں کیوں آتے ہو۔“ وہ گھبراے
ہوئے انداز میں بولے۔

”ہم جانتے ہیں، عالم بیگ کی موت زہر سے ہوتی ہے۔
لیکن آپ نے پورٹ میں لکھا ہے کہ موت زہر سے نہیں ہوتی
اور آپ نے آئی بھی صاحب، بخ کیم الیں صاحب اور شر کے
ایک اہم آدمی فاراٹی صاحب کو بھی یہی بتایا ہے کہ موت زہر سے
نہیں ہوتی۔“ میں بھی یہی بتایا ہے، لیکن اس کے باوجود ہم
دھوکی کرتے ہیں کہ موت زہر سے ہوتی ہے۔“

”تم۔ تم سے پاس اس کا کیا ثبوت ہے۔“ ڈاکٹر نے پرستش
ہو کر کہا۔

”ثبوت کوئی نہیں، لیکن ہم پوسٹ مارٹم کی اور ڈاکٹر
کو کرو سکتے ہیں۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ میں اس شر کا بہت بڑا ڈاکٹر
بچے ہو سکتا ہے۔“

”میں تھا۔“

دنی کرنے کے پچکریں ہیں۔
 اچھا! میں دیکھتا ہوں؟ انہوں نے یہ کہ کر دیکھور دکھ دیا۔
 آپ نے یہ قدم آشنا تو یا پے، لیکن اگر نہ ہر ثابت نہ ہو
 کے تو آئی جی صاحب ہمارے پارے میں کیا خیال کریں گے؟
 اشناق سے پریشان ہو کر کہا۔
 یہی کہ ہم سے غلطی ہو گئی۔ کم از کم وہ بیس بدنیت
 ہرگز خیال نہیں کریں گے۔
 ہوں؟ دیے کی آپ کو داقتی میں ہے کہ حاتم بیگ کو نہ
 دیا گی ہے؟
 ہاں۔ باکل۔ قھا کرسے، اس مرتبہ بودا ڈاکٹر پوسٹ مارٹم
 کرسے، وہ رشوت نہ لے۔
 آئیں؟ ان تینوں نے ایک ساتھ کہا۔
 ہم اختخار کرتے رہے۔ اختخار کرنے کے سماں کر بھی کیا
 سکتے تھے۔ آخر فون کی گھستی بھی۔
 تو بھی۔ ذہر کی خبر گئتے کے لیے سیار ہو جاؤ۔ میں نے
 پڑھ جو شش انداز میں کہا اور دیکھور اٹھا لیا۔ فوراً ہی جملی نور کی
 دھاڑتی آواز سننا لی دی۔
 تم نے اپنے ہی میں بے شمار کاشٹ بوئے ہیں اور اب
 مرتے دم تک ان کا نتوں سے بجات نہیں ہے گی:

جملی نور جس طرح چونکا، اس سے میرے خیال میں ادھ پنگلی آ جی۔
 اب کیا پروگرام ہے؟
 ہم اس لائسنس کا پوسٹ مارٹم دوبارہ کرائیں گے اور اس
 مرتبہ کوئی ایسا ڈاکٹر پوسٹ مارٹم کرے گا جس نے کبھی رشوت
 نہ ہو۔ میں نے پرہ عزم انداز میں کہا۔
 باہر نکل کر میں نے آئی جی انوار عالم صاحب کو ہان کی
 اور ان کی آواز سشن کر بولا۔
 معاف یکیجیے انکل۔ آپ کو پھر تکیت دے دیا ہوں۔
 پاہستہ ہیں، حاتم بیگ کا پوسٹ مارٹم ایک بار پھر کرایا جائے
 اور اس مرتبہ کوئی ایسا ڈاکٹر پوسٹ مارٹم کرے۔ جس نے آئی
 سک رشوت نہ لی ہو۔
 شوکی۔ تم آخر پوسٹ مارٹم کے یہی کہوں پڑا گئے ہو۔
 یہ ایک بہت بھی ابھ وغناک معاملہ ہے سر۔ اگر
 پوسٹ مارٹم ہوا تو ایک بہت بھی انک جرم مخفیہ م پر نہیں آ
 سکے گا۔ میں نے وہ اتحاد سے کہا۔ حالانکہ میرے فرشتوں کو
 بھی مسلم نہیں تھا کہ جرم کیا ہوا ہے اور وہ بھی انک بھی ہے
 یا نہیں۔
 اچھا شوکی۔ میں گوشش کرتا ہوں۔
 لیکن سر۔ بہت بدھی کی ضرورت ہے، ایکو کہ وہ لوگ بدھ

چوکیڈار کی طرح

”آئی بھی صاحب ہیں وفتر بل اپنے ہیں؟“
 ”رات کے اس وقت ۔ اخلاقی حیران ہو کر بولا۔
 ”اُن : معلوم ہوتا ہے ، عالم الْجَدِیْل یا ہے۔ شاید وہ دربار
 پورست مادرم ہو رہا ہے۔“
 ”یہ ۔ یہ تھا ہوا۔“

”تی احوال ۔ یہ صرف خیال ہے ، ہو سکتا ہے ، انہوں نے پورست
 مادرم کا لیا ہو۔ خیر اور پلیں؟“

”ہم پریشان صورتیں لیئے آئی بھی صاحب کے دفتر میں داخل
 ہونے اور یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ وہاں صرف آئی بھی
 صاحب ہی نہیں تھے۔ ان کے ملا وہ حاجی سہرا، ٹاکڑوں پن کرم
 اور ایک دور صاحب تھے۔ انھیں ہم نے پہنچے نہیں دیکھا تھا۔
 ”اوہ شوگر ۔ ہم سب تھارا ہی انتظار کر رہے تھے۔ اپ
 انہر داغل کے سیکڑی بیں اور حاجی سہرا صاحب کے گرے

۰ یہ آپ کی کہ رہے ہیں انکل : میں نے حیران ہو کر کہا۔
 ۰ جو کہ رہا ہوں۔ تم سمجھو ہی رہے ہو۔“ ان الفاظ کے
 ساتھ رہی انہوں نے رسیدور رکھ دیا۔
 ”جلالی نور صاحب تھے۔ بہت گرم ہیں؟“
 ”وہ تو نظر ہر بڑے۔ ان کی مرمنی کے نکافت دوسرا مرتبہ
 پورست مادرم ہو رہا ہے۔“
 شیک ایک گھنٹے بعد گھنٹی بیکی ، میں نے رسیدور اٹھایا تو
 دوسری طرف سے آئی بھی صاحب کہ رہے تھے :
 ”بھنی شوگر ۔ تم لوگ یہرے دفتر آ جاؤ۔“
 ”بھی ۔ کیا مطلب ۔“ میں نے حیران ہو کر کہا۔
 لیکن دوسری طرف سے تو فوں رکھ بھی دیا گیا تھا۔

دوسٹ بھی۔

رہے ہیں۔ اس لیے میں نے انوار عالم صاحب سے یہ کہ دیا ہے کہ
لاش کا پوست مارٹم دوبارہ نہیں ہو سکتا۔

”یکن سر! یہ را دھونی ہے کہ یہ بہت نہر سے ہوئی ہے۔
گروہ صانستھرا قتل کا کیس ہے۔ اگر پوست مارٹم نہ کرایا گی تو
قابل کو سزا نہیں مل سکے گی۔ اور یہ ایک بہت غلط بات ہو
گی۔“

”ڈاکٹر ریاضی اکرم ہمیں اطمینان دلا پچکے ہیں۔ نہر کا کوئی
امکان نہیں۔ لہذا پوست مارٹم نہیں ہو گا۔ اچا انوار عالم صاحب
اب ہم پہلی گے آپ انہیں سمجھا دیئے گا۔“

”جی ہتر۔“

سیکڑی صاحب، حاجی سراب اور ریاضی اکرم پہنچ گئے۔

”آپ ہم کی سمجھانا چاہتے ہیں؟“

”یہ کہ اس کیس سے اگل ہو جاؤ۔ یہی تھارے لیے بہر
ہے۔ یہ معاملہ تھاری پیٹھ کا نہیں۔ اور تھاری کی، میری پیٹھ کا
بھی نہیں۔ اگر ہم پاہوں کر اس معاملے کی تفتیش کروں اور
پوست مارٹم کروں تو بھی نہیں کر سکتے۔ سیکڑی صاحب کی یہاں
آمد کا یہی مطلب ہے۔ اور یہ تو ان کی مریانی ہے کہ خود یہاں
آئے ہیں۔ یہ مجھے فون پر بھی یہ حکم دے پچکے تھے۔“

”افروس۔ مدد افروس۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔“ میں نے

اپ سے مل کر بہت خوشی ہوتی جاہب: میں نے مسکرا کر

اور ہم غالی کریں وہ بیٹھ گئے۔

”شوکی۔“ لوگ چاہتے ہیں، حاتم بیگ کی لاش کا دوبارہ
پوست مارٹم نہ ہو۔ میں نے اپنے ٹھنکے کے ذریعے لاش دوبارہ
ہسپال مٹکا لی تھی، لیکن یہ حضرت میرے پاس آگئے۔ اور آنے
سے پہنچے سیکڑی صاحب کے ذریعے پوست مارٹم کا حکم بھی
دکوا دیا گی۔ ڈاکٹر تیرور بخاری دہلی پرنس بھی چکے تھے۔ اسی
بھی رکن پردا۔“

”آخر یکوں۔ اگر دوبارہ پوست مارٹم ہو جاتا تو کیا صرف تھا۔“

”کوئی رجح نہیں، میکن میرے دوست کی میت کی مٹی پر
ہو جائے گی: حاجی سراب نے کہا۔“

”لیکن اس طرح ہم چھارہ جائے گا: میں نے مٹ بٹایا
ہات یہ ہے بھی کہ ہمارے نزدیک ڈاکٹر ریاضی اکرم بالکل
قابل اعتماد ہیں۔ یہ اپنے پیٹھ سے تھاری ہرگز نہیں کر سکتے۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ تمیں دہم ہو گی ہے۔ آخر ہم تھار
دہم کو دوڑ کرنے کے لیے لاش کی بے حرمتی کیوں کریں۔ تم
حاتم بیگ کے لیے لگتے ہو۔ ہم یہ مطابق حاجی سراب کرتے تو ایک
بات بھی تھی۔ یہ ان کے دوست تھے۔ مدتوں سے ساقے۔“

اور وہ لاش سک پیش بھی گئے تھے کہ آپ نے موجودہ انہیں روک دیا۔ کیا یہی ہات ہے نامہ
ہاں : باہل :

”تب پھر مہربانی فرما کر فدا ڈاکٹر قدری بخاری کو فون کریں اور
پوچھیں کہ صون لاش کو دیکھ کر اپنی لئے کیا اندازہ لگایا؟
اچھا، وہ باتے اور ڈاکٹر قدری بخاری کے نمبر ڈائل کرنے
لگے، پھر بولے :

”بیوڈ ڈاکٹر صاحب۔ انوار حالم بول رہا ہوں۔ آپ لاش کے
پاس کچھ دری تو شہرے ہی ہوں گے۔ کیا کچھ اندازہ لگایا آپ
نے۔

یہ کہ کہ دوسرا مرد کی گفتگو سننے لگے اور پھر جیرت نہ
انداز میں دیکھو رکھ دیا۔ چند لمحے تک بیس تیز نظر میں سے گھستتے
رہے۔ تکم آگر میں نے کہا :

”خیر تھے سرہ :

”ڈاکٹر قدری بخاری کو سیئی ہے کہ موہن نہیں ہوئی ہے۔
کیا یہاں ہم پر جو شیخ انداز میں چلا آئیں۔

○

روتی گواہ میں کہا۔

”شوکی۔ تم ہمیں جانتے۔ بعض اوقات معاف اس س قدر
بڑا ہو جاتا ہے کہ صدر صاحب بھی بیجور ہو جاتے ہیں۔ کچھ
لوگ اتنے بااثر بھی ہیں کہ صدر صاحب بھی ان کے خلاف کہداں
کا حکم دیتے ہوئے گھرا تے ہیں۔

”یہ صورت حال تو اور بھی خطرناک ہے جناب۔ پھر تک بیس
انصاف کہاں رہا۔ پھر لوگوں کو قتل کی سزا کیوں دی جاتی ہے۔
وہ سرہے ہرام کی سزا میں لوگ جیلوں میں کیوں سوتے رہتے ہیں?
”بس شوکی۔ جو سے اس موضع پر بات ذکر وہم بیوڑہ
ہیں۔ باہل بیوڑہ۔ وہی کچھ کہ سکتے ہیں جس کی اور سے اجازت
مل جائے۔

”نہیں۔ نہیں۔ اسلام میں ایسی حکومت کا کوئی تصور نہیں۔
ہمارے دین اور مذہب کے باہل خلاف ہے۔ ہمارے بھی کوئی
تو فردتے ہیں کہ اگر میری بھی فاطمہؓؑ کو مل جائے۔ بھی بیوڑی کے
تو اس کے بھی ہاتھ کاٹے جائیں گے۔ اسلام تو یہ ہے سرہ:

”اہن شوکی۔ اسلام تو یہی ہے، یہیکی۔
وہ کہتے کہتے ہو گئے۔ شاید ان کی بھروسہ نہیں آ رہی
تھا کہ کیا کہیں۔ ایسے میں آفتاب بولا:
”آپ نے ڈاکٹر قدری بخاری کو پورث درٹم کے لیے حکم دیا تھا۔

ہاں بھی۔ ان کا کہنا ہی ہے۔ بلکہ وہ ترکتے ہیں کہ جوں

۰ اودہ ۱۲ میرا سوال سن کر وہ دھک سے رہ گئے۔ اور سونج

ہیں ڈوب گئے۔

۰ کوئی جواب نہیں موجود نہ ہے۔ لہذا ہم اس کیس پر حکم

کریں گے۔ ہم کو سزا دوا کر دیں گے۔

۰ آپ۔ آپ شیک رکھتے ہیں؟

۰ اگر ہیں شیک کرتا ہوں تو پھر اود۔ پچھے موڑ کھنڈ ان پریں۔

۰ بھی۔ اسی وقت۔ رات کو۔ جب تک ہم رات کو دہان یک کریں

گے۔

۰ تھیں۔ موڑ کھنڈ ان تک جانے کے لیے ہمیں ایک میکی کی

ضرورت ہو گی۔

۰ پھر بھی۔ نظر میں دوڑاڈ میکی کی تلاش میں، کیوں نکلے آتا آتا ان

کام نہیں ہے۔ اخلاقی ہو لا۔

۰ بھائی جان۔ کیوں نہ پچھے ہم گاؤں راوات ہو آئیں۔

موڑ کھنڈ ان دن کی تہذیب میں دیکھنا مناسب رہے گا۔

۰ میرا بھی۔ یہی تھاں ہے۔

۰ شیک ہے۔ راوات ری سی۔ اور اس کے لیے بھیں اسٹیشن

کا رُخ رہا ہو گا۔

۰ ہم اسٹیشن پر پہنچے۔ گاؤں راوات کے لامگاہی، کروی

کو دیکھ کر ہی زہر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۰ اودہ۔ تو ہمارا خیال شیک نکلا، یعنی سر۔ اب کیا ہو گا۔

۰ کچھ بھی نہیں۔ اپنے گھر با کر آدم کرو۔ وہ بولے۔

۰ بہت بہتر سر۔ آفتاب ہو لا۔

۰ گویا آپ اس معاملے میں کوئی قدم نہ اٹھانے کا مشورہ دے

رہے ہیں؟ میں نے جلدی سے کہا۔

۰ ہاں! اس کے سوا کوئی پارہ نہیں۔

۰ بہت بہتر سر۔ آفتاب نے پھر کہا۔

۰ ہم ان سے رخصت ہو کر باہر نکلے۔

۰ پہلے چھٹی ہوتی اس کیس سے۔ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

۰ چھٹی اس تقدِ انسان ہے نکھنی۔

۰ جی۔ کیا مطلب۔ کیا آپ ان حالات میں بھی اس کیس پر

کام کریں گے۔ جس پر آئی تھی صاحب کوئی کام نہیں کر سکتے۔

۰ وہ سرکاری طازمہ میں۔ اپنے افران بالا کا علم مانتے کے

پابند۔ جب کہ ہم کزادہ ہیں۔ کیا کچھ بہی میں نے سکھا کر کہا۔

۰ اودہ۔ میرے خیال میں یہ بہت خطرناک ہو گا۔

۰ ہاں! ہو سکتا ہے، یعنی میں تم تینوں سے ایک سال پوچھتا

چاہتا ہوں۔ حاتم بیگ نے ہمیں بھر پانچ ہزار روپے دیے تھے، اس

اُس نے کہا اور ڈرتے قدم اٹھانے لگا۔ جلد ہی کتوں
کا پورا گردہ آتا نظر آیا، وہ سب مل کر جوہک رہے تھے اور ان
کے بھونکنے سے عجیب سماں بندھ گیا تھا:
”مارے گئے۔ تو نہ چانے کتے ہیں؟“

”ان سے پہنچنے کا بس ایک ہی طریقہ ہے۔ اور وہ یہ کہ ڈرے
بیڑا کڑا کر پہنچنے ہوتے ان سب پہنچ جائیں اور ان کے پاس سے بکل
جائیں۔“ یہ نے جلدی جلدی کہا۔
”یہکی ان کے پاس ڈرے۔ بیڑا پہنچنے کا کیا طریقہ ہے جانی جان۔“
آنکاب۔ بولا۔

اور یہری ہنسی محل گئی۔ یہکی ہنسی بھی ڈری ڈری تھی۔ اسی وقت
چوچکیدار کی آواز سنائی دی، ساتھ ہی اس کے لاٹھی سرک پر مارنے
کی آواز گوئی:
”خبردار۔ جا گئے ہےنا۔ یہ کون پلا آ رہا ہے۔ دیں جوک جاؤ۔“

وہ دیکھ کر کھاییں گے:
ان اخلاقانے ہماری اور جان نکال دی، ہرچوچکیدار صاحب
د ہوتے تو شاید ہم اسیشن کی طرف دوڑی ہی لگا دیتے، کتنے
اور چوچکیدار ایک ساتھ ہم سبک پہنچے۔ چوچکیدار اپنی لاٹھی سے اپس
پرے ہانک رہا تھا اور وہ اچھل اچھل کر آگئے آئے کی گوشش کر
رہے تھے:

اُد و جل اُتر کر پہل آگے بڑھے۔ ایک چوچکیدار کی آزوں گور سے ہی
روہی تھی:

”میرا خجال ہے۔ پتا مسلم کرنے کے لیے یہی آدمی مناسب
کا۔“

”ہوں ٹھیک ہے۔ چلو۔“

ہم تیر تیر قدم اٹھانے لگے۔ اچانک کتوں کے بھونکنے کی
آواز سستائی دی:

”اُر سے باپ دے۔ یہ کیا میبیت نازل ہو گئی؟ آنکاب نے
گھرا کر لیا، کتوں سے اس کی جان نکلتی تھی۔

”گھرانے کی صورت نہیں۔ اشراق رہا دے آگے آگے پہنچے۔“
کتنے اسے دیکھ کر ڈر جائیں گے؟ یہی نے بھی ڈری ڈری آواز یہی
کہا، کیونکہ یہی بھی کتوں سے ڈرے کے معاملے یہی کہا سے نہیں
ٹھیک تھا۔

”جی کیا مطلب۔ یہ آگے آگے پہنچا۔ اور کتنے بھے دیکھا
ڈر جائیں گے۔ یہ کپ سے لیکے کہ دیا۔“

”اسی طرح کر تھا۔ اُنہم سب سے بڑا ہے۔“

”یہکی بلے قد سے کچھ کھوں ڈرنے لگے۔ وہ گھرا کر بولا۔“

”بھی ڈریں گے، تم نکر د کرہ اور آگے آگے چلو۔“

”جی۔ بھت جانی چاہیں۔“

” مزا کے آگی۔ اس دن مزا اتنے والی کیا بات ہے ۔
پوکیدار نے مز بتایا۔ ”

” مزا اس یے آگی کہ اب نہیں کرنی اور آدمی حلاش نہیں
کرتا پر سے چاہیے، بیکونکہ نہیں تو داصل حاتم بیگ کے والد کے بارے
میں یہی بات کرتی ہے ۔ ”

” اگر یہ بات ہے تو آؤ میرے ساتھ ۔ ”

” پس اپنے ان چیزوں کو تو رخصت کر دیجیے؟ آفاب نے
کٹوں کی طفتر اشارہ کیا۔ ”

” اودہ ہاں ۔ یہ کہ کہ اس نے ایک ہار لاشی زمین پر زور سے
ماری۔ اور جند آواز میں بولا ۔ ”

” دیکھو جسی۔ یہ لوگ چور نہیں ہیں۔ جاؤ۔ اپنا کام کرو۔
اور کئے دا مر اهر ہو گئے ۔ ”

” کھال ہے۔ یہ آپ کا اتنا حکم مانتے ہیں، آپ کل کا تو اس ان
اپنے سے بڑھ کا اتنا کہا نہیں مانتا۔ ”

” لان! یہ یہست اپنے کئے ہیں؟ اس نے کہا۔ ”

” وہ ایک گھنے درخت کے پیچے ہیں لے آیا، یہاں ایک بڑا
سا پنگ۔ پھا تھا۔ ”

” تو اس پنگ پر بیٹھ جاؤ۔ یہیں تم لوگوں کے لیے متی دیتی
لے آؤں۔ ”

” ٹھوڑے پستے بھے ان سے بات کرنے دو۔ اگر یہ پھر ہوتے
تو میں تھیں نہیں روکوں گا۔ تم ان کی سکتا بولی کر دینا؟ اس
نے کتنی کو ڈالنا۔ وہ سم کر بچھے ہٹ لگئے۔ ”

” بھو۔ بھی داہ۔ تو آپ کی بات سمجھتے ہیں؟ ”

” ان! بہت سمجھ دار ہیں۔ تم بتاؤ۔ کون ہو۔ کماں سے
آئے ہو؟ ”

” ہم شہر سے آئے ہیں۔ اس گاؤں میں پکو کام تھا۔ جلدی
کی درج سے بچ گا انخلار دکر سکے۔ یہ گاؤں رادفات ہیں ہے ہا۔ ”

” ہیں ہاکل۔ شکل صورت سے تم لوگ پھر تو نہیں گئے، میکن ہر
بھی سکتے ہو۔ نیر۔ اگر چہ ہوتے تو بہت بڑا مال ہو گا۔ یہ کتنے
تھیں ہیں ہاکل ڈالیں گے؟ ”

” بھی ہاں۔ تو ہیں نظر آ رہے ہے۔ ”

” تو پھر بتاؤ۔ کون ہو اور کیوں آئے ہو؟ ”
” ہم داصل اس گاؤں کے مہاں ہیں۔ آپ حاتم بیگ کو
ہانتے ہیں۔ ”

” حاتم بیگ۔ وہ جسے ماری سہراب لے گی خدا۔ ”

” بھی ہاں۔ وہی۔ ”

” ان! جاتا ہوں۔ اس کا باپ تو میرا، بہت اچھا دافت بھا۔ ”
” بھی داہ، پھر تو ہذا اگلی، آفاب خوش ہو کر بولا۔ ”

نے بتایا تا کہ زمین فروخت نہیں کی گئی۔

”ہاں۔“ حاتم بیگ نے کسی نامعلوم آدمی کو زمین بیج دی تھی۔

وہ شہر کا رہنے والا تھا۔ یہاں آ کر اس نے اس زمین پر ایک بہت بڑی عمارت تیار کرائی۔ ایک بیکھر سی عمارت۔ زمین پر کچھ کہ آبادی سے دُور تھی، اس لیے کسی کی بھکریں ہے بات: آسکی کہ اس عمارت کا مقصد کی تھا۔ کچھ لوگوں نے اس شہری سے یہ سوال کیا ہے، لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا کہ یعنی تم دیہاتی ولگ ہو۔ اپنے کام سے کام رکھو۔ دیہاتی واقعی اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ لہذا آتی بھی کسی کو یہ بات معلوم نہیں کہ اس عمارت میں کیا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں بتانی کی گئی تھی۔ مٹا ہے۔ بات کے وقت اسی عمارت سے دھواں خرد آلتھا ہے۔ اب توگل اس سے خون زدہ رہنے لگے ہیں، ان کا خیال ہے۔ وہ شخص خرد کوئی جتنا مغل کرتا ہے۔ اور اس عمارت میں اس کے پاس بھی آتے ہیں۔ جتوں کے لیے جو کھانا پکایا جاتا ہے۔ اس دھواں آلتھا ہے۔“

”اودہ!“ ہمارے من سے نکلا۔

”اودہ آپ کا خیال کیا ہے؟“

”میرا خیال۔ میرا خیال بھی بھی ہے۔ میں بھی آخر ایک دیہات ہوں۔“

”رات کر آپ نتی کہاں سے ہے آئیں گے؟“ اشناق حراج دی گی۔

”مطلوب یہ کہ گھر میں جو کچھ ہوگا، یہ آؤں گا۔“

”اس کی ضرورت نہیں۔“ آپ بس ہمارے پاس بیٹھ چاہیں۔ اور ہم سے بائیں کریں:

”اچھا یہ لو بیٹھو گی۔ اب بتاؤ۔ تم مجھ سے کیا باتیں کرنا پاپتے ہوئے۔“

”حاتم بیگ کے والد آتم بیگ کون تھے۔ کیا کرتے تھے؟“

”ایک سید سے مادرے آدمی تھے۔ ان کی زمین تھی۔ ان پر کاشت ہوتی تھی۔ میں یعنی ان کا ذریعہ آمدی تھا۔“

”اودہ کوئی بات نہیں۔“

”اودہ کوئی بات نہیں۔ ایک دن وہ اچھا ہر گئے۔ چند ماہ بعد ان کے صد سے سے ان کی بیوی بھی مر گئی۔ اور ماجھی سراپا بوج حاتم بیگ کا درست تھا، اسے شہر لے گیا۔ اس دن کے بعد حاتم بیگ کا دوں بوٹ کرنے میں آیا۔“

”اوہ ان کی زمین۔“

”زمین اس نے زیج دی تھی۔“

”زمین اس نے زیج دی تھی۔ آپ کا مطلب ہے۔ حاتم بیگ نے زیج دی تھی۔ میں سیدھا ہو کر پیٹھ گی، کیونکہ یہیں ماجھی سراپا

" یہ بھی نیجک ہے۔ داخل ہم حاتم بیگ کی زمین کے بارے میں معلومات حاصل کرنے آئے تھے۔ اب جب کہ یہ بات معلوم ہو گئی کہ اس زمین کو کسی نے خریب یا تھا اور اس پر ایک عمارت بنانی تھی تو ہم اسی کے بارے میں معلوم کر سکتے ہیں نہ۔ روسرے یہ کہ وہ ایک عجیب عمارت ہے۔ جس سے ہواں اٹھتا رہتا ہے۔ اب ہم کس طرح رُک سکتے ہیں؟"

" تمہارا حاتم بیگ سے کیا تعلق ہے؟ چوکیدار نے پوچھا۔
" تعلق تو کوئی نہیں۔ بات صرف اتنی ہی ہے کہ اسے کسی نے قتل کر دیا ہے اور ہم صفتہ ہے جاننا پاہتے ہیں کہ قتل کس نے کیا ہے اور کیوں؟"
" اسے باپ سے۔ قتل۔ چوکیدار گھبرا کر آشکھرا ہوا۔
" کیا آپ اس سلطے میں ہماری حد نہیں کریں گے؟ ہم نے درخواست کی۔

" نہ۔ جملائیں کیا مدد کر سکتا ہوں؟"
" ہمارے ساتھ اس عمارت نیک پڑی ہے۔
" اسے باپ سے ڈوڈ کافی پڑا۔
" اچھا آپ اس بھگ مکہمیں پہنچا دیں جہاں سے عمارت اندر آنے لگتی ہے۔ آگے خود پڑے جائیں گے۔
" ہون نیجک ہے۔ تم اس کاؤن کے مہاں ہو اور ہم تمہارے

" یہ وہ شہری اب بھی نظر آتا ہے؟
" نہیں۔ ایک بخت ہو گئی۔ اسے کسی نے نہیں دیکھا۔
" وہ عمارت یہاں سے کتنی دور ہے؟
" قریب تین کلومیٹر۔ دائیں طرف بوسٹرک جا رہی ہے تا۔ سیدھی اس عمارت کی طرف لے جاتی ہے۔
" آؤ جسی چیزیں یہیں ہوں۔
" یہ کہا۔ آؤ جسی چیزیں۔ تو یہاں اس عمارت کی طرف جاؤ گے یہ
" ہاں ہمیں جانا ہی ہو گا۔
" اور وہ سبیں رات کے وقت چوکیدار جو نیکارہ گیا۔
" ہاں بوجود دی ہے۔
" وہ تو دون کے وقت بھی ادھر نہیں جاتے۔ اور تم رات کے وقت جاؤ گے۔ عمارت یہ ہے کہ تھڑی دیر پہنچ کر توں سے ڈرد رہتے تھے۔
" ہاں ہم سب باتوں کے بوجود ہمیں جانا ہو گا۔
" آفر کیوں۔ تم کیوں جانا پاہتے ہوئے؟
" اسی لیے کہ۔ ہم اس عمارت کا راز جاننے کے لیے ہی یہاں آتے ہیں۔
" یہ کیا بات ہوئی۔ عمارت کے بارے میں تو یہیں نے تھیں بتایا ہے۔

نظر بند

ہم گھرا گئے۔ خون کا شدید احساس ہوا، اخلاق تو پھر ہی
آٹھا:

• ارسے ارسے۔ چکیدار صاحب۔ نیچے تو سی۔ نداز کیے۔ ہم
ہی آمدے ہیں۔

• کیا کہ رب پڑھ اخلاق۔ ہم کیوں جانے گئے اس کے پیچے
ہیں بستا آٹھا۔

• ست۔ تو پھر۔ کیا ہم یہیں شہری گے؟ اشناق نے گھرا
کر کہا۔

• د صرف یہاں شہری گے۔ بکر آگے بڑھیں گے؟ میں نے
کہا اور قدم آگے کی طرف بڑھا دیا۔

• یہ آپ سیا کر رہے ہیں۔ اگر ہم آگے جا کر کیا کریں گے؟

اشناق۔ بولا۔

• ست پھر۔ میں یہ کس طرح معلوم ہو گا کہ یہ کیا چکر ہے؟ میں

لیے اتنا چڑو گروں گا، لیکن میں وہاں چھروں گا نہیں۔
”پیٹے نیک ہے۔ میں کوئی امراض نہیں۔“

ہم اسی کے ساتھ قدم آٹھا نے گئے۔ وہ گھاؤں کی، اسی حمارت
کی اور گھاؤں کی باتیں کرنے لگا۔ ہم ہاں ہوں کرنے کے سماں کی کوئی
صحیح تھے۔ ان ملاقات میں ہاں ہوں گرتا ہی بڑی بات تھی۔

دون سکھانے میں صرف تین گھنٹے باقی تھے۔ جب میں اس
حمارت کا اوپر والہ حصہ دکھائی دیا۔ فیصل نہ ہوتا۔ لہر اس کے دریان
میں سے ایک مینار اور آٹھ دھاتا۔

”ارسے۔ یہ مینار کیس سے آگی؟ چکیدار بیکھلا آٹھا۔
جی کیا مطلب؟“

”حمارت میں ہے مینار نہیں تھا۔ میں نے آج ہی دیکھا ہے۔
ڈھوان ضرور آٹھ دیکھا گی تھا۔ اب۔ اب تو میں ایک قدم آگے
نہیں جاؤں گا：“

ان اتفاقوں کے ساتھ ہی اس نے گھاؤں کی طرف دوڑ گا دی۔

” میرا بخال ہے ، وہ بچہ ان باتوں کے لیے مناسب نہیں۔ آئیے جیسیں :
اخلاقی دولا۔ ”

” اور ہم واپس نہ رکھے ۔ کوش سے بچتے پھاتے آخر چوکیدار
کے پھٹک مکہ پہنچ گئے ۔ وہ نہیں دیکھ کر چوک مک آٹا ۔ ”

” تو تم لوگ بھی واپس آئے گے ۔ ”

” اور دیکھ کر تے ۔ آپ کو آوازیں دیں ، مگر آپ ذکر کے ہی نہیں ۔ ”

” کیا آپ بجا کتے ہیں ، آتم بیگ کی زمین کس نے خربی تھی؟ ”

” ہم نے اسے ان دوں دیکھ فرماد تا جب اس نے عمارت

تیار کرنا شروع کی ۔ یعنی ہم اس کا نام پتا کر نہیں جانتے ، عمارت

بنانے کے لیے کاریگر اور دوسرا شروعی سامان بھی وہ شہر سے ملکاً

داشت ۔ اس لیے دیبا تیون نے کوئی دلپیشی نہیں لی تھی ۔ ”

” کوئی آپ کو نہیں معلوم ۔ وہ نہیں کس نے خربی تھی؟ ”

” جی نہیں ۔ ”

” اس کا محلہ ہے ، نہیں جس کا اختصار کرنا پڑتے گا ۔ اور

اختفال اراضی کے دفتر جانا ہو گا ۔ وہاں سے ہی اس فرمودار کا

نام معلوم ہو سکتا ہے ۔ ”

” اس دفتر کا چوکیدار میرا بردا بھائی ہے ، وہاں تم لوگوں کو

میں لے پہلوں گا ۔ ”

” بہت بہت شکریہ ۔ میں نے خوش ہو کر کہا ۔ ”

لئے اسے گھوڑا ۔ ”

” اسی کا ہے طریقہ نہیں ۔ نہیں یہاں سے فدا نہ کث جانا چاہیے ۔
سب سے پہلے نہیں یہ معلوم کرنا ہو گا کہ آتم بیگ کی زمین خربی
کس نے تھی ۔ آناتا بولا ۔ ”

” جوں ۔ شاید تم میک کتے ہو ۔ عمارت کے زدیک پہنچ کر
یا اندر داخل ہو کر ہم خطرے میں گھر کتے ہیں ، اگر ہم خطرے
میں گھر گئے تو نہک کے ہمدرد دوں کو اس عمارت کے بدرے میں کس
خوب معلوم ہو گا ۔ ”

” گویا ہم واپس پہل رہے ہیں ۔ ”

” ہاں ۔ یہ عمارت نہیں بھاگی نہیں چاہ رہی ۔ پہلے ہم معلومات
حاصل کریں گے ، مقامی لوگوں سے مدد حاصل کریں گے اور اس کے
بعد اس عمارت کا رُنگ کریں گے ۔ ”

” پہلے پھر پہیں ۔ د جانے کیوں ۔ مجھے تو بہت خوف محسوس
ہو رہا ہے ۔ ”

” بھئی اٹیان ان رکھو ۔ اس عمارت میں کم اد کم جن جھوٹ نہیں
رہتے ۔ ”

” جن جھوٹ سے کیا ڈرتا ۔ آج کل کے انسان جن جھوٹوں سے
بھی دو ڈھنڈ بڑھ گئے ہیں ۔ طاقت در کمزوروں کو سکھ اور چین کی زندگی
برکرتے نہیں دیکھ سکتا ۔ میں نے مرن بنایا ۔ ”

” یکن یہاں تو یہ بات مشورہ ہے کہ زمین کسی نامعلوم اوجی نے
خنسیہ لی تھی۔ اور اس نے اس زمین پر ایک بہت بلیچڑی
عمارت بھی بنالی ہے۔“

” ہاں یہ ملکہ ہے کہ ایک شخص نے اس زمین پر عمارت
بنائی تھی۔ یہ بہت طرف پہنچے کی ہات ہے، یکن حاتم بیگ کے
طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی، ان حالات میں کوئی اس
شخص کے خلاف کوئی قدم کس طرح آشنا کئے تھا۔ میں تو آج
تک جیلان ہوں۔ حاتم بیگ لوٹ کر گیوں نہیں آیا۔ اس نے
اپنی زمین کی نمبر گیوں نہیں لی۔ کیا اس نے زمین اس نامہ میں
شخص کو گرانے پر دے دی تھی اور اسے اس پر عمارت بنانے
کی اجازت خود دی تھی۔ یہ ہاتھی میں نے اکثر سوچی ہیں، یکن
کسی نیچے پر نہیں پہنچ سکتا۔“

” یہ تو آپ نے ہمیں بہت بھی بات سنادی۔ اُن نہدا۔
یہ کیا پچکر ہے۔ اب ہمیں پھر شہر جانا ہو گا۔“
ہم نے ان کا شکریہ ادا کیا، ایشیش پہنچے، گاڑی کا افخار
کرتے رہے، اکثر شہر پہنچے اور سیدھے حاجی سراب صاحب کی
خدمت میں ماضی ہوتے۔“

” آپ لوگ پہنچا گئے۔ یکن یہ خیال دل سے نکال دیں کہ
میرے درست کا ایک یا پھر پوٹ مارٹم ہو گا۔ اب اے

” ہم اس بڑے پچک پر یہٹ گئے، پھر بھی اسیں بیت
سی جگہ پنج گھنی۔ یہ دیکھ کر آفتاب بول آشنا:
” یہ پچک تو کسی جن کا پچک ہے؟
” نہیں بھئی۔ میرا اپنا ہے۔ پھر کیدار نے برا مان کر کہ اور
ہم سکرا کر دے گئے۔“

میخ کو ناشت لئی اور میں والی روٹی کا ملا، یہ ناشتا ہم
نے زندگی میں پہلی مرتبہ کی تھا، بہت مذا آیا۔ پھر ہو کیسا دار
کے ساتھ ہم اس دفتر میں پہنچے۔ دفتر کا سوک گرم جوشی سے
سے ملا۔ وہاں اور تھا ہی کون جس سے وہ گرم جوشی سے
ملتا۔ شاید انتظار کرتے کرتے اس کی عرگز رعنی تھی۔ یہاں پر
شہری ہنگے نہیں تھے۔
” ان لوگوں کو اُتم بیگ کی زمین کے بارے میں معلوم کرنابے۔“

” کہ اس زمین کا حسنبدار کون ہے؟
” کوئی بھی نہیں۔ وہ زمین تو آج ایک اُتم بیگ کے ہی
نام ہے۔ یہاں تک کہ اس کے بیٹے حاتم بیگ نے اپنے نام بھی
نہیں کراتی۔“

” یہ آپ کی کہ ربے ہیں۔ میں یہ منچکارہ گیا، یکوئی اس
کا مطلب تو یہ تھا کہ حاجی سراب نے بھوٹ نہیں بولا تھا۔
” یہی بات ہے، جو بتا رہا ہوں۔“

"کیا یہ بات آپ نے زندگی میں پہلی مرتبہ سنی ہے؟" میں نے
بے یقینی کے عالم میں کہا۔

"ہاں باخل - مجھے تو یہ معلوم تھا کہ وہ زمین اب بخوبی
پڑی ہے:

"یعنی اب ایسا نہیں ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ
کوئی بہت گھری سادگی سمجھے۔ اب آپ کا کیا خیال ہے؟"

"میرا اور آپ کا اختلاف اگر تھا تو پوست مارٹ سے -
اب میرے دوست کو دفن کیا جا چکا ہے، اس لیے میں ابھی ہے
حمد کرنے کی گزش شروع کرتا ہوں کہ وہ عمارت کس نے بنائی
ہے اور کس قانون کے تحت بنائی ہے؟"

"ہم بھی یہی چاہتے ہیں۔ کہ آپ یہ بات معلوم کریں۔
اب ہمیں اجازت دیں، ہمیں بھی کئی ضروری کام کرنے ہیں۔ میں نے
انٹھے ہوئے کہا۔

باہر نکل کر ہم آئی جی صاحب کی طرف روانہ ہوتے۔

"ہم نے بڑی غلطی کی۔ ہمیں اس عمارت کا اندر سے جائزہ
لے کر آتا چاہیے تھا۔ اشناق بولا۔

"اس میں خطرہ صرف یہ تھا کہ کیسی ہم واپس نہ آسکیں اور
مارکت کا راز را زیسی رہ جائے۔ اب جب کہ ہم ایک سے
نامہ اور میوں کے علم میں یہ بات لاپچکے ہوں گے تو پھر ادھر کا

دن کیا جا چکا ہے؟"

"آپ کے دوست کی زمین نے میں لکھتے کھتے رک گی۔

"زمین - ہاں۔ کیا ہوا زمین کو؟"

"کیا وہ کسی نے طردی کی تھی؟"

"نہیں تو۔ یہ تم سے کس نے کہ دیا؟"

"اس زمین پر عمارت بن پائی ہے۔ ایک بہت طویل
مارکت۔ اتنی کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے:

"یہ۔ آپ کیا کہ رہے ہیں؟"

"وہی جو لکھن پر جو موہر ہیں:

"آپ کو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی؟"

"ہم گاؤں روادات سے ہی پڑھے آئے ہیں۔"

"کیا اُنہیں سراب کی آنکھیں حیرت سے پیل گئیں۔

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"تو پھر آپ لوگوں نے وہاں کیا دیکھا؟"

"یہی کہ آپ کے دوست کی زمین پر ایک بہت طویل
مارکت ہے۔ عجیب و غریب عمارت اور اس پر دھوئیں کا ایک
مینار بھی ہے۔"

"دھوئیں کا مینار۔ یہ۔ آپ کیا کہ رہے ہیں۔ جاہی سراب
کی آنکھیں باہر کو اُنل آئیں۔"

وہ عمارت بہت بیجی ہے اور پر اسرار بھی۔ گاؤں کے دل
اے آپسی عمارت سمجھتے ہیں اور اس کے زدیک بھی نہیں پہنچتے،
اس شخص نے زمین خریدی نہیں، لیکن پھر بھی اس نے عمارت
تعمیر کرائی اور اب بھی مالک بنا پہنچا ہے۔ آخر یہ سب کیا
ہے۔ اس کے علاوہ بچے ایک بات اور کٹک رہی ہے۔
اوہ وہ کیا آئی جی ادار عالم صاحب اب پوری طرح متوجہ
ہو چکے تھے۔

یہ کہ حاتم بیگ کے والد کی بہت اچانک واقع ہوئی تھی،
چند ماہ بعد والدہ بھی اپانک ہی وقت ہو گئی تھیں۔ اور ان کی
وفات کے فوراً بعد حاجی سراب اسے لے کر شہر آگئی تھا، اس کے
بعد وہ پھر کبھی گاؤں نہیں جا سکا۔
ہوں۔ حالات واقعی انتہائی سختی خیز ہیں۔ انھوں نے

سر ٹھیکیا۔

میں تو آپ کو اس سے بھی زیادہ سختی خیز اتیں بتا سکتا
ہوں، لیکن وہ صرف میرے اندازے ہوں گے۔ بھبھ کہ یہ باتیں
ایسی ہیں جیسی کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔

تو تم یہ کتنا چاہتے ہو کہ حاتم بیگ کے والدین کو بھی بلا کیا
گیا تھا؟ آئی جی صاحب بولے۔

بھی ہاں۔ میں نے نے جوش انداز میں کہا۔

رُخ کر لیں گے۔ میں نے کہا۔
یہ تھیک رہے گا۔
نمکرا دیے۔

کیا کوئی اور مستند پیدا ہو گیا ہے؟

بھی نہیں۔ ابھی تو وہی حل نہیں ہوا۔

اوہ۔ تو تم نے ابھی سمجھ اس کا جیسا نہیں پھوردا۔

آپ تو جانتے ہی ہیں، زہر والی بات درست ہے۔

ہاں! لیکن وزیر داخلہ کے سیدھڑی ہیسے دل کا پاہتے ہوا

ہم اس معاملے میں نہ پڑیں!

اوہ ہم مجبور ہیں، اس معاملے میں دلپی یہے بغیر نہیں
روہ سکتے۔

کیا مطلب ہے؟ آئی جی صاحب چونک اٹھے۔

مطلوب یہ کہ۔ حاتم بیگ کی گاؤں را دات میں کچھ زمین تھی

ہاں باپ کے انتقال کے بعد حاجی سراب اسے شریعے آئے۔

اور اپنے ساتھ رکھ لیا، اس وقت سے لے کر وہ اب تک ان

کے ساتھ ہی رہا۔ یہاں سمجھ کر مر گیا۔ اور گاؤں را دات میں

اس کے والدین کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد ہی کسی تا مددم

اوہی نے ان کی زمین پر ایک بھی چھڑی عمارت تعمیر کر لی۔

اور ان کے چہرہن درجت بھیل گئی۔

جائے۔ تاکہ یہ سرانح نگایا جائے کہ ماں گین کس نے کافیں۔
درالصل اسے اس وقت تک عاجی سراپ پہ بکھل طور پر شک ہو
چکا تھا۔ اور اس نے یہ خیال کریا تھا کہ اس پر حد اس
کے دوست نے ہی گرایا ہے۔ اسی لیے اس نے ہمیں بولایا اور
علمدگی میں بات پھیٹکی۔ لیکن اس بات پھیت کے دوران
ہی شگی صاحبہ اور عاجی سراپ صاحب اندر داخل ہو گئے اور گھر
کھل دھوکی۔ اور ہر خلدو گھوس کر دیا گی کہ حاتم بیگ
کیسی نہیں کرنی ایسی بات دبتا دے ہوان کے غلاف بیانے۔
اس لیے انہوں نے زہر سے کام یا اور حاتم بیگ کی زندگی کا
پڑانگھل ہو گی۔ پس تو پوست مارٹم کرایا، ہی نہیں جا رہا تھا،
جب ہم اڑ گئے تو ہمیں غاموش کرنے کے لیے فرمی پوست مارٹم
کرایا گیا۔ ڈاکٹر ریاض اکرم کا مت روشنوت سے بند کر دیا گیا۔
وہ صرہے ڈاکٹر کو پوست مارٹم نہیں کرنے دیا گی اور سیکرٹری صاحب
کو درمیان میں لے آئے۔ ان حالات میں ہم کہاں رکنے والے
تھے۔ گاؤں روادات پہنچ گئے اور اس عمارت کو باہر سے دیکھ
آئے۔ اندر داخل ہونے کی کوشش اس لیے نہیں کی کہیں پھنس
نہ جائیں اور آپ تک عمارت کا راز نہ پہنچا سکیں۔ یہ ہم کل
حالات۔ اب آپ کا کیا خیال ہے۔

تم نے مجھے درجت زدہ کر دیا ہے شوگی۔ میں بھر ان ہوں کر

” اور گیا اندازے میں عمارت سے شوگی۔ میں ضرور منون گھا۔ چاہے
وہ بعد میں خلط ہی کہوں نہ ثابت ہوں۔“

” ضرور۔ کیوں نہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کسی طرف
عاتم بیگ کو اپنی زمین پر بنائی جانے والی عمارت کے باہرے
میں ہم ہو گیا تھا۔ اس نے گھاؤں میں جا کر مالات کا ہائوزہ
لینے کا پروگرام بنایا، لیکن اس بے چارے کی راستے میں نہیں
کاٹ دی گئیں۔ کیوں نکل سر۔ موڑ کھٹکاں سے ایک راستے
گھاؤں روادات کو جاتا ہے اور کار سے جانے والے لوگ اسی طرف
سے چلتے ہیں۔“

” ہوں۔ اس کا نبردست امکان ہے۔“ آئی بھی صاحب بولے۔

” حاتم بیگ کو بے ہوشی کی عالت میں ایک طرک ڈرامہور اٹھا
کر لایا، اگر وہ نہ اٹھا لتا تو شاید وہ وہیں ہلاک ہو جاتا۔
لیکن درالصل اس کی زندگی کے ابھی کچھ دن باقی تھے۔ جب
اسے گھر سے آیا گی اور وہ کسی قدمہ بولنے کے قبل پڑ گیا تو اس
نے سب سے پہلی فرماںش یہ کہ کہ ہم لوگوں سے اسے ملوایا

بُخ لئے ملک دوسری طرف کی گھنٹ نہ رہے اور پھر تھے تجھے انداز میں
رسیور رکھ کر بھاری طرف دیکھنے لگے :

"خیر تو ہے رہیں :
تھاری شکایت سیکڑی صاحب ملک پڑھ گئی ہے۔ وہ تم سے
بہت ناراضی ہیں اور انہوں نے کہا چے کہ تم دگوں کو گھر میں نظر نہ
کر دیا جائے :
اہو !"

ہم دھک سے رہ گئے۔ سونپا بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک دن
یہ گھر بھی متنا ہو گا۔

اس عمارت میں کیا ہو رہا ہے؟

"یہ تو اس کے اندر پہل کر ہی معلوم ہو گا، اگر آپ اسی
وقت گھاؤں راوات کی طرف روانہ ہو جائیں تو وہ گھنٹے بعد ہم اس
مارت کو گھر سے میں لے پکے ہوں گے :

"شوکی۔ پچھے سوچنے دو۔ تم نہیں جانتے۔ ہم کہاں کھڑے
ہیں۔"

"بھی ہم۔ آپ کے دفتر میں ہیں۔ کھڑے ہوئے بھی نہیں،
بکر بیٹھے ہیں۔ آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

"ذائق نہیں بستی۔ میں بہت سمجھیدہ ہوں۔ کیا تم گھاؤں سے
اکر ساجی سراب سے مل پکے ہوئے؟

"بھی ہاں !"

"یہ تم نے فلپی کی۔ وہ اب ملک بھارت سے راستے بند کر چکا ہے
لیکن انہوں نے مایوساہ لے چکے ہیں کہا۔

"کیا آپ یہ کہنا پاہتہ ہیں کہ وہ ہمیں اس سے میں کوئی قدم
نہیں آٹھانے دے گا؟

"ہاں ! میرا خیال ہی ہے۔"

"اس کے باوجود کہ اس کا ہر جنم باکل خالہر ہو چکا ہے۔"

"ہاں ! وہ بہت اثر سوچ والا آدمی ہے۔ وہ بدلے۔
میں اسی وقت غن کی گھنٹی بجھی۔ انہوں نے رسیور آٹھا یا۔

”ہم بانی فرم کر، میں ساتھ نے جائیں۔ پہنچ خود بات کر لیں، لیکن اپنی بھی یہ بحکم نہ پڑھے کہ ہم کیا قدم اٹھاہا چاہتے ہیں، آپ کی ہات سن کر اگر انہوں نے ہم پر پابندی فرم کر دی تو پھر آپ اہم بھانجی چاہے ساتھ لے جائیں۔“

”بہت اپسے شوکی۔ تم واقعی قانون کا بہت احترام کرتے ہو، اچھا تم ہیں انتہار کرو۔“

”اوہ اگر کسی نے آپ سے پوچھ دیا کہ ہیں ابھی تک نظر بند کیوں نہیں کی گئی؟“ اشناق بوجہ۔

”میں کہہ دوں گا کہ فی الحال میں نے تم دگوں کو اپنے دفتر میں نظر بند کر دکھا ہے۔ وقت ملتے ہی گھر میں منتقل کروادوں گھاگھا۔ انہوں نے ملکا کر کھا اور باہر نکل گئے۔ آدھے گھنٹے بعد ان کی واپسی ہوئی۔ آتے ہی، ایسا ہے۔“

”وہ بھی۔ تھاری نظر بندی تو ختم کراؤ یا ہوں۔ اب ہم چھاپے کا پروگرام ترتیب دیں گے۔“

”بھعنی داد۔ پھر تو مرا آگئی۔“

آئی بھی صاحب نے پوری استعداد سے انٹھام کیے اور آخر میپوں کا قیفل رواز ہوا۔ راست بھی بہت پتک والا اختیار سی گی تاکہ کسی کو ٹھنک بھی نہ گز کے کہ میپوں کا یہ قابلہ کھاں چادر ہے اور اسی طرح وہ لختہ کی جائے ہم پار گھنٹے میں کافی روان

شاندار حجم

شاندار حجم

پہنچنے والک ہم خاموشی سے ایک درمرے کو دیکھتے رہتے۔ آظر میں نے کہا:

”پھر۔ اب آپ کیا کہتے ہیں؟“

”جیران اور پریشان ہوں کر کی کہوں۔“

”ہیں آپ بے ٹھنک گھر میں نظر بند کر دیں، لیکن اسی عمارت پر چھاپ ضرور ماریں اور چھاپے کا پروگرام اس طرح بنائیں کہ آخر دم تک کسی کو معلوم نہ ہو کہ چھاپ کھاں مارنا ہے۔ میں نے اُس انداز میں کہا۔“

”میں بھی بھی سوچ رہا ہوں، لیکن یہ کامناہ سراسر تھارا ہو گا اور تم گھر میں نظر بند ہو گے۔ یہ میں کسی طرح رد اشت میں کر سکتا، لہذا آؤ میرے ساتھ پڑو۔“

”بھی۔ کھاں چلیں۔“

”سیکریٹری صاحب کے پاس۔“

"یہاں تو کوئی بھی معلوم نہیں ہوتا۔" آئی بھی صاحب پڑھا کے۔
"یہ تو اور اچھی بات ہے۔ ہم خاموشی سے اندر کا جائزہ لے سکیں گے۔"

"ہوں۔ اور میرا خیال ہے، کتنا بھی۔ یہی چاہیے۔"
یہ کہ کر انھوں نے دیاں لائے بلند کی اور انگلیوں سے اشارہ کیا۔ فوراً ہی پار نوجوان پاس کی ایک بھی یہڑی سے کوئی عمارت کی طرف بڑھے۔ یہڑی دیوار سے لگا دی گئی۔

"پسے میں پخت پر آٹوں گا۔ پھر تم۔ انھوں نے کہا اور جلدی بھلی اور چڑھنے لگے۔

وہ پخت پر بیٹھ گئے اور میں اشارہ کیا۔ ہم پاروں بھی باری باری اور پر بیٹھ گئے۔ ہم نے دیکھا، وہ ایک لکھ میدان بھی پخت تھی۔ میں درمیان میں لٹا تھا اور اس خلا میں سے ایک بیب کی وضع کی چیزیں اور ناشی ہوئی تھیں۔ دھواں اسی میں سے بھل رہا تھا۔ اور میثار کی صورت اختیار کرتا پار رہا تھا۔

منڈر کے ساتھ مادھ پہنچتے آخر ہم زینے میک پہنچے، یہیں زین بند تھا، اب میں یہڑی اور اخناٹا پڑھی، پھر اسے پہنچے لگا دیا۔ یہڑی نینچے ملک گئی۔ اور ہم باری باری نینچے اترنے لگے۔ اب بھارے دل اور فور سے دھڑک رہے تھے۔ نینچے ایک بہت بڑا صحن نظر آیا۔ اس صحن کے چاروں طرف گیراں ناکرے

کی حدود میں داخل ہوئے، مزید احتیاط کی جھنی کر کھاؤں کے اندر داخل ہونے کی بجائے اور ہی اور سے عمارت کی طرف پہنچتے رہے، یہاں تک کہ عمارت نظر آنے لگی۔ اب سب لوگ ہمپول سے آتے آتے۔ اور یہم دائرے کی صورت میں عمارت سے دوسرے رہ کر اس کے گرد گمراہ ہاتھے لگے۔ یہاں تک کہ گھیرا گھنک ہو گئی۔ انوار عام صاحب اپنے ماتحت کو ہدایات پہنچے ہی دے پکے تھے۔ اب انھوں نے ہم سے کہا:
"آؤ بھی۔ اب ہم عمارت کے اندر پہنچیں۔"

مشکریہ سر۔ بہت ہی غوبصرتی سے عمارت کو گھیرے میں یہیں، آپ کے انظام کی داد دینا پڑتا ہے۔
"بھنی تھریلنی سکت جیسے پسند نہیں آتے۔ آؤ چلیں۔ انھوں نے من بننا کر کیا۔

ڈھوکیں کا مینار اب بھی لفڑ آرہا رہا تھا، اگرچہ دھوکہ کی وجہ سے اب یہ بہت پکا تھا۔ رات کے وقت تو یون لگتے رہا تھا جیسے شہس ڈھوکیں کا ہو، حالانکہ ڈھواں شخص ہو، ہی نہیں سکتا۔

عمارت کا دروازہ لوہے کا تھا۔ اور بہت بند تھا۔ پوری عمارت میں کسی زبان کی صورتی کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے اور نہ کوئی آواز سنائی دے سکی تھی۔

جیتے ہے۔ ہم آدم گھنٹے تک جا ری رہا۔ یہاں تک کہ
خاہوں پر چاہی۔ اب ہم نے پھر یہ رسمی نیچے لٹکا دی۔ اور
آئنے لگے۔ میں اسی وقت ایک کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک
آدمی باہر بھل کر میں کی عرف آتا نظر آیا۔ اسی وقت اس نے
بھی یہ رسمی کو دیکھ دیا۔ اس کے پھرے پر حیرت کا ایک ایسا
عام نظر آیا کہ کبھی کسی پھرے پر نظر آیا ہو گا۔ دوسرا
ہی نے اس کا ہاتھ جب میں ریک گیا۔ ادھر آئی بھی صاحب
نے پھر قلکھانی اور اس سے پہلے پتوں نکال دیا، پھر اس
سے پہلے کر دہ خاڑ کرتا۔ انھوں نے اس کے ہاتھ پر فائز
جوہنک دارا۔ گولی اس کے ہاتھ کی پشت پر لگی۔ پتوں اچھلا۔
بے اشناق نے پکی کر دیا۔

”خوبصورت پکی۔ آئی بھی صاحب نے تعریف کی۔ ادھر بھرم کے
ہاتھ سے خون پسوت ہے۔

”تم سے یہاں جل کر بہت خوشی ہوئی ڈاکٹر بیاض اکرم۔
میں سچھ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں تم ہو گے، ہم تو جابی
سراب کی امید سے کر آئے تھے۔
بیاض اکرم نے کوئی جواب نہ دیا، اس کے چھٹے پر
شدید تکیت کے آثار تھے۔

بنتے ہوئے تھے۔ ان کروں میں عق کشید کرنے کی قسم کی بیٹیاں
کی کی ہوئی تھیں۔ ان بیٹیوں پر لوگ کام کر رہے تھے۔
انہر ایک تیز شور مسلسل گونگ رہا تھا اور شاید اسی شور نے ان
لوگوں کو اب تک بھاری موجودگی سے بے خبر رکھا تھا۔ میں
اسی وقت گامنگ بجا۔ شور قسم گیا اور ایک جانی پچھائی کی کوئی
گونجی:

”میوں کا وقت ختم ہو گیا۔ اب سب لوگ آرام کریں۔
کل بینتے کا آخری دن ہو گا۔ تم سب کو اپنے اپنے کروں
کو جانے کی اجازت ہو گی۔ واضح رہے کہ یہاں بینتی سخنواہیں
تم میں سے کسی کو کہیں سے بھی نہیں مل سکیں گی۔ لہذا اس
نیکڑی کا راز رکھنا آپ کے اپنے مقاد میں ہے۔ اگر یہ
نیکڑی نہ رہی تو آپ لوگ نے روزگار ہو جائیں گے۔ جنہب
ذینما تم لوگوں کو کام دیے گئیں۔ کیونکہ تم سب کے سب جوام
پیش لوگ ہو، معاشرہ تھیں جوں نہیں کر سکا۔ اس وقت تم
بچھاؤ گے کہ ہم سے یہ کام نہیں ہو گا۔ لیکن اس وقت بچھانے
کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اب تم لوگ اپنے اپنے کروں میں جا
لکے ہو۔ آواز آئی۔ سند ہو گئی۔ سمت کا اندازہ ہم پہلے ہی
گلا پکھے تھے۔ لہذا فردا اور پچھلے گئے اور یہ رسمی پہنچنے لی۔
جلد کر دیکھا تو لوگ ان گیراج ناکروں سے بکھر شروع ہو

کی طرف سے اس احکام کی امید نہیں رہی تھی۔
اُرستے اُرستے۔ یہ کی، جیسی گولی پڑا دوں گا۔ اشناق نے گبرا
کر کے اپنے پستول کو دونوں ہاتھوں میں قائم کر ہالی کا رخ ڈاکھر
ریا من اکرم کی طرف کر دیا۔ اس کے ہاتھ مزدودت سے زیادہ
ہی کانپ رہتے۔

تمہرو اشناق۔ گولی ہے چلانا، کیونکہ تم ایساڑی ہو۔ گولی
بیس بھی لگ سکتی ہے۔ یہ کہ کر میں آگے بڑھا اور ریاض اکرم
کو سر کے یاون سے پکڑ دیا اور یونچے کی طرف کیھن۔ آئی جی
صاحب کے لیے اتنا بھی موقع کافی تھا۔ انھوں نے اسے اپنے
اوپر سے اچھال دیا۔ میکن اس کا نیت ہے ہوا کہ میں بھی اس
کے ساتھ ٹھرا، کیونکہ میں نے اس کے ہال پکڑ لے کر تھے۔
بچے گرتے دیکھ کر آفتاب کو غصہ آگی، اس نے ایک لالت ڈاکڑ
کے پیٹ میں دی ماری۔ جو اخلاق کے لگی، کیونکہ اخلاق بھی
اسی وقت یہری مدد کے لیے آگے بڑھا تھا۔ اتنے میں آئی جی
صاحب نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ایک نکھڑ دے مارا۔
یہ نکھڑ بہت زبردست تھا، اس کی ناک سے نون، بہہ، نکلا۔ اور
پھر انھوں نے ہم سے کہا:
”چاگر دروازہ کھوں دو۔ تاگر ہمارے ساتھی اندر آسکیں۔“
دروازہ سختہ، ہی ان کے ماتحت پوری استیuat سے انہے

اُنھل ہم بہت بڑے خلیے کے آواز دے پکے ہیں۔ ناڑ کی
آواز تمام مزدودوں نے سن لی ہو گی اور وہ آکر ہم پر ٹوٹ پڑیں
گے: آفتاب نے پریشان ہو کر کہا۔

”نہیں۔ ان میں سے ایک بھی نہیں آئے گا!“

”یر۔ یہ آپ کیا کہ رہے ہیں سر؟“

”میں ٹھیک کہ رہا ہوں۔ میں اس عمارت میں گوئنے والا
شودہ باہر نہیں دیا تھا۔ نہیں۔ لہذا ثابت ہوا، یہ عمارت
مکمل طور پر ساختہ پر وفت ہے۔ اسی لیے تو آن ٹکک کی نے
اسی عمارت سے کوئی آواز نکلتی نہیں بنتی۔ بس وہی آوازیں
نہیں دیتی ہوں گی۔ جو عمارت کو آسیب زدہ پیدا کرنے کے
لیے پیدا کی جاتی ہوں گی۔“

”اوہ! ہم سب کے منڈ سے ایک ساتھ نکل۔“

میں اسی وقت ریاض اکرم نے آئی جی صاحب پر چلا گک
لگائی اور یہ چلا گک پکے ایسے ماہراز انداز میں لگائی گئی تھی
کہ آئی جی صاحب سنبھل پکے اور اس کے ساتھ دھڑکام
سے گرے۔ شاید انھیں اس کے زخمی ہو جانے کے بعد اس

واش کا پورٹ مارٹ نہیں ہونے دیا۔ اور اگر کرایا جی تو ڈاکٹر
بیاض اکرم سے۔

”نکر دکرو۔ اب ہم یہ سے حاجی سراب کے پاس پہنچے ہے
ہیں۔ ہم کسی کام کوئی صحت نہیں دینا چاہتے۔“
دو گھنٹے بعد ہم حاجی سراب کی کوشش پر موجود تھے۔ فناہ
نے بھیں ڈرائیکٹ روم میں بٹھایا۔ بلکہ اسی حاجی سراب انہوں
داخل پہرا۔

”اے۔ ہے۔ یہ کیا۔ ڈاکٹر بیاض اکرم کے ہاتھ میں ہٹھکڑیں۔“
”جی ہاں۔ اسی آپ کے ہاتھ میں بھی لنظر آئیں گی۔ آتی ہی
صاحب نے عذر لیجئے میں کہا۔
”کیا مطلب ہے حاجی سراب اچل پڑا۔ اس کے پہتے پر
خون کے آثار طاری ہو گئے۔“
”بیٹھ جائیے۔ پہلے تمام حالات سنیں یہیں۔ ہاں شوکی۔“
حالات تم سناوے گے۔“

”جی بستہ! میں نے کہا اور حالات سنانے شروع کیے۔ حاجی
سراب کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی پہنچ گئیں۔ آخر میرے خاموش
ہوتے پر وہ پھلا آٹھا۔“
”آٹ نہ ہوا۔ یہ میں نے کیا سنائے۔ اور آپ لوگ خیال کر
رہے ہیں کہ یہ سب کی دھرا میرا ہے۔“

داخل ہے۔

”ہر کمرے کے دروازے پر ہیچ چاؤ۔ ہاکر اجیس بیڑ کی
نخان کے گرفتار یہ جا گئے۔“
چنانچہ اسی ہے۔ ایک گھنٹے تک سب لوگ گرفتار یہے
جا پہنچے تھے۔
”لیکن مر۔ یہاں ہوتا کیا رہا ہے؟ میں نے بھے پہنچ پر
کر کما۔“

”ابھی ہم ان گیراچ غاکروں کو دیکھتے ہیں۔“
پوری حدودت کے گکروں کو دیکھا گی۔ اور یہ حقیقت ظاہر
ہوئی کہ وہاں ولایتی شراب تیار کی جاتی تھی۔ اور داؤں کی
شیشیں میں بند کر کے بانڈاں میں بسی جاتی تھی۔ دوا کی یہ
شیشی صرف ڈاکٹر بیاض اکرم اور اس کے ایکٹوں کو
لکھ کر دیتے تھے۔ اس طرح آسانی سے سب کے سامنے
شراب مارٹ کر لیتے تھے، جب کہ پہنچے ملک میں شراب پر
ذبہ دست پابندی تھی۔

”یہ سب تو ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ اصل مجرم کون ہے؟
میں نے سوال آٹھایا۔“

”اور ہاں۔ یہ بہت اہم سوال ہے۔ کیونکہ بخار سے خیال
میں تو اصل مجرم حاجی سراب ہے۔ یہ دھی تو خدا جس نے

برہشت نہیں دی۔ اپنی تورہشت دینے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ ان میں نے وہ سرے پوست مادم کو رکانے کی کوشش ضرور کی تھی، لیکن میں اپنے دوست کے مردہ جسم کی بے خود برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔ یہ یہیں کل حالات۔ میرا جرم تو ایک فیصد بھی نہیں۔

”میرا بھی یہی نیوال ہے۔“ منصوبہ دراصل ڈاکٹر ریاض اکرم کا اپنا تھا۔ شاید یہ بہت عرصے سے شراب کا کافی پلانٹ تھا۔ کی سوچ رہے تھے، لیکن کافی مناسب جگہ نہیں مل رہی تھی۔ اس مگر ان کے ڈاکٹر تھے۔ حاتم بیگ سے بھی واقع تھے۔ اور ان کے حالات سے بھی؛ پھر ان کے ڈاکٹر اکرم مخصوص آیا۔ اور انھوں نے گاؤں میں باکر حاتم بیگ کے والد کو زہر دے دیا۔

”لیکا۔ زہر دے دیا۔ حاجی صراب نے چلا کر کہا۔

”اہ! اور اس کے بعد حاتم بیگ کے والد کو بھی۔“

”نہیں؛ حاجی صراب کی آنکھیں چھپی کی پھٹی رہ گئیں۔“

”سماں آپ کو متعدد دے سکے کہ اپنے دوست کو اپنے ساتھ رکھ لیں اور اسے اصرار آئنے دیں۔ یہ ہے کل کہانی۔ کتنی خونک کہانی ہے۔“

”تو پر تو پر۔ آپ لوگ تو مجھے الجھا رہے تھے۔“

”اہ! بالکل۔“ نہیں ہرگز نہیں۔ میری آنکھیں تر زندگی میں پہلی بار کھلی میں۔“

”کیا مطلب۔ زندگی میں پہلی بار کھلی ہیں؟“

”اہ! جب مجھے اپاںک حاتم بیگ کے والد کی دفات کی خبر می تو اس وقت ڈاکٹر ریاض اکرم میرے پاس موجود تھے۔“ بھی میرے ساتھ گئے، پھر اس کی والدہ نے دفات پانی تو اس وقت بھی ڈاکٹر ریاض میرے پاس تھے۔ اور میرے ساتھ گئے۔ اس وقت انھوں نے ہی مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں اپنے دوست کو اب وہاں نہ رہنے دوں، لیکن میں اس تھنا غریب ہیں اس کے پاگل ہو جانے کا ٹوٹ ہے۔“ ایک ڈاکٹر کا مشورہ تھا، میں نے عمل کیا۔ مجھے یوں بھی اس سے بہت بہت تھی۔

”بھر یہ بھی ڈاکٹر ریاض ہی تھے جنھوں نے مجھ سے کہا کہ اب میں کبھی بھی اپنے دوست کو گاؤں میں نہ جانے دوں، لیکن وہ اس کے اندر پاگل پن کے ہڑا ٹیم ہیں۔ پھر ایک دن جب میرا دوست کیسیں گیا اور بوث کرد آیا۔ پھر آیا تو اس کی ٹانگی کئی ہوئی تھیں۔ تو بھی میں نے ملاجع کے لیے ڈاکٹر ریاض کو ہی بلایا تھا۔ اب میں سمجھا۔ میرے دوست کو زہر انھوں نے دیا تھا اور میں شوکی، را درز کا وہم سمجھا رہا۔ میں نے ڈاکٹر ریاض کو کوئی

"در اصل حالات اور واقعات سب آپ کرہی سہرا ب جلدی کہا۔

کو قاضن کے حوالے کر دیا۔ آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔
رہے تھے۔ بس ایک خیال مجھے ملتا رہا جو آپ کو سہرا ب کو سہرا ب کرنے
کے مجبور کر رہا تھا:

"اور وہ کیا ہے حاجی سہرا ب جلدی سے بولے۔

"یہ کہ اگر آپ سہرا ب ہوتے تو میں اور حاتم بیگ کو کسی
ہماری میں بات نہ کرنے دیتے۔ وہ تو یہ ہے کہ حاتم بیگ
بھی آپ کو ہی سہرا ب خیال کرتا رہا۔"

"اولاد! حاجی سہرا ب کے مذہبے نکلا۔

"اور یہ شخص در اصل آپ کے کندھے پر رکھ کر بندوق
چلنا رہا۔ کمال کا چالاک شخص ہے۔ آئی بھی صاحب ہوئے۔

"آپ لوگ خود سوچیجے۔ میرے پاس تو پستھے ہی ہے تماش
دولت ہے۔ لاکھوں روپے سالانہ تو میں نیجرات کر دیتا ہوں۔"

میرے تو جائز کار و بار اس قدر ہیں کہ بتانیں ملتا۔ پھر سہلا بے
یہ لحنا دننا کار و بار کرنے کی کی خروجت تھی۔ حاجی سہرا ب نے پر مکون
آواز میں کہا۔

"ہوں۔ میک ہے۔ آپ کا اس سہرا ب میں قلعنا کوئی جمع نہیں،
یہ بات طے ہے۔ میں نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے۔ ہم خارج ہوئے۔ ہم نے بے حدے
حاتم بیگ سے بچ پانچ پڑا رہے تھے۔ ان کا حق ادا کر دیا۔ ان کے

بچوں

"اور حاتم بیگ کے والدین کے۔ میں کیا کہتے ہو؟ میں نے

”ٹھیک ہے۔ ان کا قاتل بھی میں ہوں۔“

”اور شوکی نے یہ اندازہ پسندے ہی لگایا تھا۔ میری طرف سے اس کا میابی پر مبارک ہادِ قبول کرو شوکی۔“

”جی بہتر۔ بہت بہت شکریہ۔ قبول کی میں نے مبارک ہاد۔“

”یہ جمد تو اپ نے ایسے انداز رس کہا جیسے نکاح کے موقعوں پر کہا جاتا ہے: آنکاب نے فرد آ کی۔“

اور سب کے پھرول پر مسکرا ہٹ پیل گئی۔ مسکرا ہٹ اگر نہیں تھی تو مجرم کے پھرے پر۔